نجور کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس مین اس وقت تمام اطراف عالم مذہبی و اخلاقی حیثیت سے مبتلا تھے، پھر رحمۃ للعلمین کی ضرورت بتا کر اسکی جلوہ گری دکھائی گئی ہے، رسالہ کا دوسرا حصہ زنانہ میلاد سے موسوم ہے، اسی لیے اسے عورتون کی زبان مین لکھا گیا ہے، جس مین حقوق اللہ، حقوق العباد کی بجا آوری، اسوۂ نبوی اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا الصلوۃ والسّلام کے حالات زندگی سے حصول سبق اور عقائد مزعومہ، مثلاً شگون اور ٹوٹکے وغیرہ سے احتراز کی تلقین کیگئی ہے، آخر مین ولادت شریف کا ذکر ہے، طرز نگارش صاف اور سلیس ہے، حجم حصۂ اوّل چھوٹی تقطیع پر ۲۲ ۱۱ اور حصہ دوم ۲۵ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت حصہ اوّل ۸ر حصہ دوم ۳ر پتہ:- جناب سجاد حسین صاحب عبدالرزاق تاجران نواب بازار قصبہ ردولی ضلع بارہ بنکی،

براؤننگ - براؤننگ، انگلستان کا ایک مشکل پسند شاعر ہے، اسکی بعض نظمون کا ترجمہ جامعہ عثمانیہ کے لائق طالب علم جناب سید وقار احمد صاحب متعلم یم اے ال ال بی نے سلیس اور سادہ اردو زبان مین کیا ہے، ابتدا مین جامعہ عثمانیہ کے چند اساتذہ اور حیدرآباد کے چند دیگر معززین کی تقریظ مین، اس کے بعد جناب مترجم نے چند صفحون مین شاعر کے مختصر سوانح زندگی بیان کرکے اسکی شاعری پر تبصرہ کیا ہے، پھر نظمون کے تراجم درج ہین، پہلے اسکی مشہور نظم "ربی بن عذرا" کا ترجمہ ہے، پھر "واجبات محبت" ہے اور آخر مین "ایک خاتون کا آخری فیصلہ" کے عنوان سے ایک نظم کا ترجمہ درج کیا گیا ہے، براؤننگ کی مغلق شاعری کو ملحوظ رکھکر جناب مترجم کا عام فہم اور سلیس ترجمہ ستائش کے قابل ہے، ضخامت مجموعی ۵۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے، قیمت عمر

پتہ:- جناب سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چار مینار حیدرآباد،

مجلد ہژدہم	ماہ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۲۶ء	عدد دوم

مضامین

شذرات

معارف کے ایک گذشتہ شذرہ مین سینٹ ویونیورسٹی کے لائق پروفیسر مسٹر اسن کی ایک کتاب کے حوالے سے بتایا جاچکا ہے کہ اٹلی کے مشہور شاعر دانتے کی مشہور نظم جس مین جنت و دوزخ وغیرہ کا سمان دکھایا گیا ہے، وہ تمام واقعۂ معراج نبوی سے ماخوذ ہے، لیکن ہمارے مغرب پسند احباب کو یہ سنکر اور زیادہ حیرت ہوگی کہ یورپ کے اس ایٔہ ناز شاعر نے صرف اس واقعۂ معراج نبوی سے مدد نہین لی جو کتب احادیث مین مذکور ہے، بلکہ اس کے تخیل وشاعری کی تمام تر بنیاد اور اس کا اصل ماخذ ایک عرب نابینا شاعر کا کلام ہو، شام کے مشہور علامہ سید کرد علی نے ۱۹۲۱ء کے مجلۃ المجمع العلمی العربی مین ایک مقالہ "عربی علم ادب اور ادبا" پر لکھا تھا، اسی مقالہ مین ابو العلاء معری کے متعلق لکھتے ہین:-

"اس کا رسالہ رسالۃ الغفران جسکو اس نے ابن قارح کے جواب مین لکھا تھا، (دونون رسائل طبع ہوچکے ہین)، اٹلی کے مشہور شاعر دانتے کے بعض فسانہ سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری اور تخیل مین معرہ کا ایک نابینا اٹلی کے ایک ماہر فن شاعر کا رہبر ہے، اس پر یورپ کے بعض مستشرقین کے مباحث موجود ہین کہ دانتے نے اپنی حکایات الٰہیہ مین سے تین حکایتون "جہنم" "جنت" اور "تطہیر" کو جو ۱۳۰۰ء سے ۱۳۲۱ء تک شائع ہوئے اور خصوصاً حکایت "دوزخ" کو معری کے "رسالۃ الغفران" سے اخذ کیا ہے، اور اس نے اپنی ان حکایتون مین اپنے تمام تخیلات وتصورات اسی انداز پر قائم کئے ہین"

دانتے عربی شاعری کا وہ باکمال متبع ہے جسکو یورپ نے اپنے یہان ہومر کے بعد جگہ دی ہے،

مشہور ہے کہ امریکہ کا اکتشاف کولمبس نے کیا، لیکن اہل علم کے درمیان یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے کہ

کولمبس سے پیشتر وہان بعض مغربی قومین فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئین اور مدت دراز تک حکومت کرتی رہین، اگر آج مسٹر لیونیز LEOWIENE نے تحقیق کا ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہا ہے، وہ چھبیس زبانون کے ماہر ہین اور چند سال گذرے کہ انھون نے امریکہ کے اصلی باشندون کی زبان بھی خاص اس مقصد کے لیے سیکھی کہ اس زبان کے ذریعہ سے قدیم زمانہ مین امریکہ مین مختلف اقوام کے داخلہ کے حالات معلوم کرسکین، چنانچہ وہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوئے اور انھین اس زبان مین چند مغربی زبان کے الفاظ ومحاورات کیساتھ عربی زبان کے الفاظ بھی ملے، اور وہ اس نتیجہ تک پہنچے کہ ان تمام غیر زبانون کے الفاظ مین عربی زبان کے الفاظ امریکہ کی زبان مین سب سے پہلے داخل ہوئے، اس کے بعد موصوف نے ایک کتاب "افریقہ اور اکتشاف امریکہ" کے عنوان سے تین ضخیم جلدون مین شائع کی، جس مین انھون نے وضاحت سے اپنے اس نظریہ کو ثابت کیا کہ امریکہ کے اصلی باشندون کی زبان مین عربی زبان کے بہت سے الفاظ پائے جاتے ہین اور پھر اپنی کتاب کی اشاعت کے بعد یہ نظریہ شائع کیا، کہ یہ الفاظ امریکہ مین ۱۲۹۰ء مین داخل ہوئے، تو گویا کولمبس کے پہنچنے سے دوصدی پیشتر امریکہ مین عربون کے قدم پہنچ چکے تھے،

اہل علم اس نظریہ پر نہایت دلچسپی اور انہماک سے بحث کررہے ہین، مسٹر برٹن کلین نے امریکہ کے ایک رسالہ "عالم امروز" (WORLDTODAY) کے فروری نمبر مین اس بحث کی تائید مین ایک مقالہ شائع کرایا ہے جسمین انھون نے بعض تجارتی اور انجینیری شہادتین بھی پیش کی ہین مثلاً امریکہ کے بعض شہر جو وہان ۱۱۵۰ء یا ۱۲۰۰ء مین آباد تھے، انکی بنیاد بالکل عربی طرز تعمیر پر قائم تھی، اور یہی شہر عربون اور باشندگان امریکہ کے تجارتی مرکز تھے، امریکہ مین عربون کے داخلہ پر اہل علم کے درمیان ابھی ردوقدح ہورہی ہے، اسلئے ہم نہین کہہ سکتے کہ اس نظریہ مین کہان تک صداقت موجود ہے لیکن اگر اہل علم کی غالب تعداد نے اس نظریہ کو قبول کرلیا تو پھر اہل یورپ کو کسی ایسی جگہ کی تفتیش کرنی پڑیگی جہان عربی تہذیب وتمدن جلوہ فگن نہ ہوا ہو،

مغربی حکومتین جب کسی ملک مین داخل ہوتی ہین تو انکی صدہا ابتدائی حکمت عملیون مین ایک نہایت کامیاب حکمت عملی یہ ہوتی ہے کہ وہ اس ملک مین اہل علم وارباب قلم کی جماعت پر نہایت خوش اسلوبی سے حاوی ہوجاتی ہین، نپولین جب مصر مین داخل ہوا تو اس نے وہان کے علمأ ازہر کی مقتدر علمی جماعت سے جو مخلصانہ ارتباط پیدا کیا اس پر ان دونون کے مکاتبات شاہد ہین، ہندوستان کی موجودہ تاریخ مین جبکہ یہان حکومت برطانیہ اپنے عہد طفولیت سے آگے نہ بڑھی تھی، فورٹ ولیم کالج کے شعبۂ تصنیف وتالیف کے کارنامے سامنے ہین، فرانس بلاد افریقہ مین جو کچھ کرچکا وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہین اور اس وقت ارض شام مین اس حکمت عملی پر جس طرح عمل پیرا ہے اس کے نتائج مین ایک یہ ہو کہ وہان کی نہایت مشہور وباوقار بزم علمی المجمع العلمی العربی دمشق" فرانس کے ایک قائد اعظم کمانڈر مالنگڈ COMD. MALINJOND کی موت پر جو ارض شام مین سب سے پہلی فرانسیسی فوج کے ساتھ داخل ہوئے تھے، نوحہ کنان ہے، یہ اسلیے کہ قائد موصوف گر ایک طرف شامیون کو اپنی آب شمشیر سے سیراب کرتے تھے تو دوسری طرف اپنے قلم کی آب و تاب سے شامیون کے علم کی تشنگی بجھاتے تھے اور وہ دمشق کے مجمع علمی کے ایک سرگرم رکن بھی تھے اسلیے ہم مجمع علمی کے معزز ارکان پر بھی معترض نہین لیکن اس قیل مین صرف اپنی داستان کا خلاصہ چند الفاظ مین پیش کردینا چاہتے ہین کہ اہل شام ابھی استعماریت کے ابتدائی دور مین ہین اور ہم ابھی غلامی کے بھی متعدد دور گذار چکے ہین، ہم پر ایک وہ دور گذرا ہی جبکہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ڈاکٹر جان گلکرائسٹ ملک کے مختلف حصون سے اسباب قلم کو جمع کرکے ادب اردو کے خدمات انجام دے رہے تھے، پھر ایک وہ دور آیا جبکہ سرانٹیونی ملک کے مختلف صوبون مین اردو کے اثر و نفوذ کے کم کرنے کی سعی پیہم کرتے دکھائی دیئے، پھر یہی سرانٹونی اردو کے مرکز لکھنؤ مین لارڈ میکڈنیل کے نام سے پہنچے اور اردو کی رقابت کیلئے "ناگری پرچارنی سبھا" کو منتخب کیا اور اس کے وفد کو باریاب کرکے اس انجمن کی جڑ مضبوط کی، اور اس طرح مستقبل کا سامان بھی کرگئے، چنانچہ اس وقت موجودہ دور مین ہم اپنے اسی رقیب کو اپنے ساتھ دست و گریبان دیکھ رہے ہین اور باوجود اسکے کوئی ڈاکٹر جان گلکرائسٹ اردو کی حمایت کے لیے کھڑا نہین ہوتا، یہ اسلیے کہ اب ہندوستان مین حکومت برطانیہ کی بنیاد مستحکم ہے،

مقالات

مستدرک حاکم،

کا

مطبوعہ نسخہ،

(۲)

از مولوی ابو الجلال صاحب ندوی،

مستدرک کو اڈٹ کرنے والون کے فرائض مین یہ بھی داخل ہے کہ حاکم کے بعد کے مصنفین نے مستدرک کے حوالہ سے جو حدیثین نقل کی ہین ان کا بھی جائزہ لے لیتے کہ وہ حدیثین اس مطبوعہ نسخہ مین ہین یا نہین؟

ساقط احادیث مستدرک مین ایک حدیث حضرت علیؓ کی منقبت مین تھی جس کا نام ائمۂ فن کی زبان مین حدیث طیر ہے، ہم کو سخت تلاش کے باوجود متن حدیث کا پتہ نہ لگ سکا، مگر اسکی اسناد طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲ ص ۲، مین مذکور ہے وہ حسب ذیل ہے،

"محمد بن احمد بن عیاض، قال حدثنا ابی، حدثنا یحیی بن حسان عن سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید عن انسؓ"

یہ حدیث ہم کو مستدرک مین نہ ملی، اس کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ حاکم نے اپنے مسودے

اس کو نکال دیا تھا، تاہم یہ حدیث مستدرک کے متعدد نسخون مین موجود تھی، چنانچہ ابن طاہر، سبکی، ذہبی، خطیب اور ابن حجر وغیرہ ائمہ فن نے اس حدیث کو مستدرک مین دیکھا تھا،

اسی طرح چوتھی صدی کے بعد کے ائمہ نے اپنی کتابون مین مستدرک کے حوالہ سے متعدد حدیثین نقل کی ہین، جو باوجود تلاش ہم کو مطبوعہ مستدرک مین نہین ملتین، ممکن ہے کہ ان مین بھی چند اسی قسم کی ہونگی جنکو حاکم نے اپنے استعمال کے نسخہ سے خارج کر دیا تھا، تاہم اڈٹ کرنے والون کے فرائض مین یہ بھی داخل ہونا چاہیئے، کہ اس قسم کی حدیثون کو بطور ضمیمہ الگ سے چھاپ کے مستدرک کے آخر مین شایع کر دین، مثال کے طور پر ہم چند حدیثون کا ذکر کرتے ہین،

طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۴،

کل امر ذی بال لم یبدء فیہ بحمد اللہ اقطع۔ — جس بات کی ابتدا حمد الٰہی سے نہ ہو، وہ بات بے جوڑ ہے،

سبکی نے سند لکھی ہے، ابن حبان کی سند سے اس حدیث کو لکھنے کے بعد فرمایا،

کذالک اخرجہ الحاکم فی مستدرکہ — حاکم نے بھی اسکی مستدرک مین تخریج کی ہے

اس کے بعد سبکی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

"ابن صلاح نے فیصلہ کیا کہ یہ حدیث حسن ہے یعنی صحیح سے کمتر ہے اور ضعیف سے برتر ہے،

ان کی دلیل یہ ہو کہ اس حدیث کے تمام رجال، رجال صحیح ہین، مگر قرہ سے صرف امام مسلم نے تخریج کی ہے،

اس سے معلوم ہوا کہ مستدرک کی اسناد مین بھی (قرہ) کا نام تھا، ابن حبان کی سند حسب ذیل ہے،

حدثنا الحسین بن عبد اللہ القطان، حدثنا ہشام بن عمار، حدثنا عبد الحمید بن ابی العشرین، حدثنا الاوزاعی، عن قرۃ، عن الزہری، عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امر ذی بال لم یبدء فیہ بحمد اللہ اقطع:۔

اب قطعی طور پر معلوم ہوگیا کہ حاکم کی اسناد کا آخری جز بھی یقیناً وہی ہوگا جو صحیح ابن حبان کی سند کا آخری جز ہو یعنی

عن قرۃ عن الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ"

قرہ سے پہلے جن راویون کا نام ابن حبان کی اسناد مین آیا ہے وہ بھی رجال مستدرک مین داخل ہین، عجب نہین کہ حاکم کی اسناد مین بھی یہ تمام اسما ہون، البتہ یہ نہین معلوم کہ حاکم نے ابن حبان کے شیخ "حسین القطان" کی روایت خود ابن حبان سے سنی یا کسی اور سے،

۲۔ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲،

علیٌّ خیر البشر من ابی فقد کفر — بہترین انسان علی ہین، جو نہین مانتا وہ کافر ہے،

حاکم نے اس کی تخریج ذیل کی سند سے کی تھی،

حدثنا السید محمد بن یحیی العلوی، حدثنا الحسن بن محمد بن عثمان الشیبانی، حدثنا عبد اللہ بن محمد ابو عبد اللہ الہاشمی، قال قلت للحر بن سعید النخعی احدثک شریک؟ قال حدثنی شریک، عن ابی اسحاق، عن ابی وائل، عن حذیفہ قال قال رسول اللہ صلعم،

۳۔ لآلی مصنوعہ للسیوطی ج ۱ ص ۷،

لما کلم اللہ موسیٰ یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ فقال "یارب ہٰذا کلامک الذی کلمتنی بہ" قال انما کلمتک بقوۃ عشرۃ آلاف لسان، ولی قوۃ الالسن کلہا وانا اقوی من ذالک" فلما رجع الی بنی اسرائیل قالوا صف لنا کلام الرحمٰن، قال سبحان اللہ لا ان

خدا نے طور کے روز جب موسیٰ سے کلام کیا تو پکار کے روز جس بولی مین کلام کیا تھا اسکے علاوہ دوسری بولی مین کلام کیا، عرض کیا "خدایا یہ تو وہ کلام نہین جسمین تو نے مجھ سے بات چیت کی تھی" فرمایا مین نے ۱۰ ہزار زبانون کی قوت سے کلام کیا اور مجھے ساری زبانون کی قوت ہے اور مین اس سے بھی زیادہ قوی ہون، جب بنی اسرئیل مین لوٹ کر آئے تو انھون نے

لا استطیعہ " قالوا ،، فشبہ	درخواست کی کہ کلام رحمان کا وصف بیان کیجئے فرمایا خدا منزہ ہے
لنا " قال ،، اکم ترو االی صوت	ابھی مجھ سے ناممکن ہے، عرض کیا "اچھا مثال دیجئے"
الصواعق التی تقتل، فانہ	فرمایا "تم کو بجلیون کی وہ کڑک معلوم ہے جس کا
قاریب منہ	نتیجہ موت ہے، یہ اس سے قریب ہے،

سیوطی نے حاکم کی اسناد کا ذکر نہین کیا ہے، ابن جوزی نے ابن شاہین کی روایت سے اس کی تخریج کرکے موضوع قرار دیا تھا، سیوطی نے ابن جوزی کی رائے کی تغلیط فرماتے ہوئے لکھا ہے،

"اخرجہ ابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم فی المستدرک وصححہ"

اس کو کتاب التاریخ یا کتاب التفسیر مین ہونا چاہیئے تھا، مگر مستدرک کے مطبوعہ نسخہ مین کہین بھی نہین

۴ - لآلی مصنوعہ ج ۱ ص ۱۳،

ان اللہ تبارک و تعالیٰ یقول کل یوم	خدائے تعالیٰ روزانہ یہ کہتا ہے، کہ لوگو مین
انا ربکم العزیز فمن اراد عز الدارین	تمھارا رب عزیز ہون، جو عزت دارین کا خواہشمند ہو
فلیطع العزیز،	"العزیز" کی اطاعت کرے،

ابن جوزی نے اسے سعید بن ہبیرہ کے سرقات مین شمار کیا ہے، لیکن علامہ سیوطی اس کے خلاف ہین، اور سعید بن ہبیرہ سے سرقہ حدیث کا الزام ہٹانے کے لیے انھون نے ذکر کیا ہے، کہ اسکی تخریج حاکم نے بھی کی ہے، حاکم کی اسناد اس موقع پر سیوطی نے مکمل درج کی ہے،

اسناد حاکم حسب ذیل ہے،

حدثنا ابو سعید بن عثمان، حدثنا ابو احمد حامد بن محمد المروزی، حدثنا محمد بن نضر بن شیبہ حدثنا سعید بن ہبیرہ حدثنا حماد بن سلمہ عن ثابت، عن انس (مرفوعا)

اس حدیث کو تفاسیر مین ہونا چاہیئے،

(۵) لآلی ج ص ۱۰۵، سیوطی نے فرمایا کہ حاکم نے بھی حسب ذیل حدیث کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح فرمایا ہے، حاکم نے فرمایا،

اخبرنی محمد بن المؤمل بن الحسن حدثنا	محمد بن مومل بن حسن نے مجھ سے فضل بن مسیب، نعیم بن
الفضل بن محمد بن المسیب حدثنا	حماد ولید بن مسلم، امام اوزاعی زہری، اور سعید بن مسیب
نعیم بن حماد حدثنا الولید بن مسلم	کی مسلسل اسناد سے حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول بیان
عن الاوزاعی عن الزھری عن	کیا کہ حضرت ام سلمہؓ کا ایک بھتیجا پیدا ہوا تو لوگون نے
سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ	اس کا نام ولید رکھدیا، آپ سے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا تم نے
قال ولد لاخی ام سلمہ غلام فسموہ	اپنے فراعنہ کے نام سے اس کو موسوم کیا یقیناً
الولید فذکر ذلک لرسول اللہ	اس امت مین ولید نام کا ایک آدمی ہوگا جو اس امت
صلعم فقال سمیتموہ باسامی فراعنتکم	کے حق مین اس سے زیادہ برا ہوگا جتنا برا اپنی
لیکونن فی ھذہ الامۃ رجل یقال	قوم کے لیے فرعون تھا،
لہ الولید وھو شر علی ہذہ الامۃ	" " " " " " "
من فرعون علی قومہ	" " " " " " " "

اس حدیث کی تخریج کے بعد حاکم نے یہ بھی لکھا تھا،

قال الزھری ان استخلف ولید بن	امام زہریؒ نے فرمایا اگر ولید بن یزید بھی خلیفہ
یزید فھو ھو والا فھو الولید	ہوا ہے تو وہ وہی ہے، ورنہ مراد ولید بن
بن عبد الملک،	عبد الملک ہے،

یہ حدیث بھی مستدرک مین نہین ملی، ممکن ہے کہ اس کو بھی حاکم ہی نے مستدرک سے خارج کر دیا ہو کیونکہ اس کا منکر ہونا ظاہر ہے،

۶- لآلی ج ا ص ۷۷

عن عائشة قالت کان رسول اللّٰہ صلعم یکثر بہذا الدعاء اللّٰہم اجعل اوسع رزقک علیّ عند کبر سنی وانقطاع عمری"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم یہ دعا بکثرت پڑھتے تھے " الٰہی! اپنی کشادہ ترین روزی مجھے اس وقت پہنچا جب میرا سن بہت ہوجائے اور عمر ختم کو پہنچے

اس حدیث کو ابن عدی نے

"عیسیٰ بن میمون، عن القاسم بن محمد، عن عائشہ"

کی سند سے بیان کیا ہے، ابن جوزی نے اس کو وضعی قرار دیا ہے، سیوطی اس کے خلاف ہین، اسکی صحت کے دلائل مین سے ایک دلیل انکی یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک مین بعینہ اسی حدیث کو درج کیا ہے اور لکھا ہے

حسن الاسناد، والمتن غریب وعیسیٰ بن میمون لم یحتج بہ الشیخان،

اسکی اسناد حسن ہے، متن اس کا غریب ہے (یعنی ایک ہی طریق سے مروی ہی) عیسیٰ بن میمون سے شیخین نے احتجاج نہیں کیا

عیسیٰ بن میمون تک حاکم کی اسناد حسب ذیل تھی،

حدثنا ابو نصر احمد بن سہل بن حمدویہ الفقیہ، ـ حدثنا ابو علی صالح بن محمد بن حبیب الحافظ،

حدثنا سعید بن سلیمان، حدثنا عیسیٰ بن میمون مولی القاسم،

یہ حدیث کتاب الادعیہ مین ہونا چاہیئے،

۷- لآلی ج ا ص ۸۰ بحوالۂ مستدرک،

حدثنا ابی بکر بن ابی دارم، حدثنا ابی اسحاق محمد بن ہارون بن عیسیٰ حدثنا موسیٰ بن عبد اللّٰہ بن موسیٰ الہاشمی

ابو بکر بن ابی دارم نے ابو اسحاق محمد بن ہارون پھر موسیٰ بن عبد اللّٰہ بن موسیٰ ہاشمی، پھر یعقوب بن جعفر بن سلیمان، پھر

حدثنا یعقوب بن جعفر بن سلیمان سمعت ابی یقول سمعت ابا جعفر المنصور یقول حدثنی ابی ان اباہ حدثہ عن عبد اللّٰہ بن عباس، قال قال رسول اللّٰہ صلعم ان اللّٰہ اذا اراد ان یخلق خلقا للخلافۃ مسح علی ناصیتہ بیمینہ فلا تقع علیہ عین الا احبتہ۔

قال الحاکم رواتہ ہاشمیون معروفون بشرف الاصل[1]

ان کے باپ جعفر کی مسلسل سند سے بیان کیا ابو جعفر المنصور یہ کہتے تھے کہ مجھ سے میرے باپ نے اُن سے ان کے باپ نے اُن سے عبد اللّٰہ بن عباس نے بیان کیا کہ ـ رسول خدا صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللّٰہ کسی مخلوق کو خلافت کے لیے خلق کرنا چاہتا ہے تو اس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ پھیر دیتا ہے، پھر جب اس پر نگاہین پڑتی ہین دنیا اس سے محبت کرنے لگتی ہے حاکم نے کہا کہ اس کے تمام راوی ہاشمی ہین اور خاندانی شریف ہین

۸- لآلی ج ا ص ۱۶۶، سیوطی نے پوری اسناد کے ساتھ وہ حدیث نقل کی ہے جو مستدرک ج ۳ ص ۱۱۲ اس ۳ مین تلخیص کے اعتماد پر ابتدا سے ناقص اسناد کے ساتھ چھپی ہے، سند کا ساقط حصہ شعیب بن صفوان کے نام سے پہلے حسب ذیل ہے،

"حدثنا ابو عمر الزاہد حدثنا محمد بن ہشام المروزی حدثنا ابو ابراہیم الترجمانی -"

مستدرک مین جو عبارت (متن حدیث) ہے اس مین ایک لفظ کا فرق ہے، لآلی مین ہے

عَبَدتُ اللّٰہ مع رسول اللّٰہ صلعم خمس سنین او سبع سنین"

مستدرک سے (خمس سنین او) کا فقرہ ساقط ہے،

۹- لآلی ج ا ص ۲۳۰

[1] ابن حجر نے اطراف مین لکھا ہے کہ گو شیخ حاکم ضعیف ہے،

اَحِبُّوا العرب لثلاث لانی عربیٌ، تین باتون کی وجہ سے عربون کے ساتھ

والقرآن عربي، وکلام اهل محبت کرو، مین عربی، قرآن عربی اور اہل

الجنة عربي، جنت کی زبان عربی ہے،

یہ حدیث عقیل بن العلا ابن عمرو الحنفی، حدثنا یحیی بن یزید، عن ابن جریج، عن عطار، عن ابن عباس" کی سند سے لکھی ہے، اور اسی کے متعلق سیوطی نے یہ بھی لکھا ہے کہ

"اسکی تخریج طبرانی اور حاکم نے بھی کی ہے، مستدرک مین حاکم نے تصحیح کی ہے . . . .

اور یحیی بن یزید کی متابعت محمد بن فضل نے کی ہے، ذہبی نے اپنی مختصر مین دونون طریق پر اعتراض کیا ہے کہ یحیی کو احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، العلار عمدہ نہین، محمد بن فضل متہم ہین، متابعات کے قابل (بھی) نہین، مین حدیث کو موضوع سمجھتا ہون"،

اس سے معلوم ہوا کہ حاکم نے دو اسنادون سے روایت کی تھی جنمین سے ایک تو وہی مندرجہ بالا اسناد ہے، مگر معلوم نہین کہ العلار کے پہلے کیا اسما تھے، دوسری اسناد مین یحیی بن یزید کی جگہ پر محمد بن الفضل کا نام تھا ان سے پہلے کے اسمار معلوم نہین،

۱۰- لآلی ج ۱ ص ۱۷، احدثنا الحسین بن محمد بن اسحاق الاسفراینی، حدثنا عمیر بن مرداس، حدثنا محمد بن بکیر الغنوی، حدثنا حکیم بن جبیر، عن الحسن بن سعد مولیٰ علی، عن علی:

ان رسول الله صلعم اراد ان یغزو غزاة[1] رسولِ خدا نے ایک غزوہ کرنا چاہا تو جعفر کو بلاکر مدینہ

فدعا جعفرا فامره ان یتخلف علی المدینه پر قائم مقام بنانا چاہا انھون نے عرض کیا کہ آپ کے

فقال لا اتخلف بعدک ابدا فدعانی پیچھے تا ابد نہین رک سکتا تو مجھے بلایا اور قسم دی کہ

فعزم علیّ لما تخلفت قبل ان اتکلم فبکیت مین خلیفہ بنجاؤن قبل اسکے کہ کچھ کہون تو مین رونے لگا تو فرمایا

[1] اصل مین "تا تخلفت" ہے مگر غلط ہے۔

فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون کیا تم کو پسند نہین کہ موسیٰ کے مقابلہ مین جو درجہ ہارون

من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی قال کا تھا وہی درجہ میرے مقابلہ مین تمھارا ہو مگر یہ کہ

المدینه لا تصلح الا بی او بک، صحیح الاسناد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہین مدینہ بجز میرے یا تمھارے کسی سے درست نہ رہیگا

۱۱- لآلی ج ۱ ص ۱۷۱

انا مدینة العلم وعلیٌّ بابها = مین علم کا شہر ہون اور علی اس شہر کا پھاٹک ہین،

یہ حدیث مستدرک ج ۳ ص ۱۲۶ مین موجود ہے، مستدرک مین صرف حسب ذیل اسناد درج ہے

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، ثنا محمد بن عبد الرحیم الهروی، بالرملة ثنا ابو الصلت عبد السلام بن صالح، ثنا ابو معاویه، عن الاعمش، عن مجاهد، عن ابن عباس،

لیکن سیوطی نے ایک اور اسناد کا ذکر کیا ہے، جو مستدرک مین موجود نہین ہے، یعنی

حدثنا الحسین بن فہم، حدثنا محمد بن یحیی بن الضریس، حدثنا محمد بن جعفر الفیدی، حدثنا ابو معاویہ

ابو معاویہ کے بعد کے اسماء وہی ہین جو پہلی اسناد مین مذکور ہین، اس سند کا مستدرک مین ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ بعد کی عبارت مین حاکم نے فیدی کی توثیق پر کافی زور دیا ہے، اسلیے ضرور ہے کہ فیدی والی اسناد بھی موجود ہو،

ختم حدیث کے بعد مستدرک کے مطبوعہ نسخہ مین حسب ذیل عبارت ہے،

هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے

یخرجاه وابو الصلت ثقه تخریج نہ کی، ابو الصلت ثقہ اور مامون

مامون فانی سمعت ابا العباس ہین جیسا کہ مین نے ابو عباس سے سنا

. . . . الخ . . . .

اس کی جگہ پر سیوطی نے حسب ذیل عبارت نقل کی ہے،

الحسین بن فہم ثقة مامون حافظ — حسین بن فہم ثقہ ہین، جرح سے محفوظ ہین، حافظ ہین، ابو الصلت

وابو الصلت ثقة مامون وبه احدث — ثقہ ہین، مامون ہین، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، مین نے

صحیح الاسناد سمعت ابا العباس یقول — ابو العباس کو کہتے سنا ہے . . . .

. . . . الخ . . . . الخ

۱۲- لآلی ج ۱ ص ۴۵۔

ابن جوزی نے ازدی کی حسب ذیل حدیث کو منکر بتایا ہے، اور اس کے ایک راوی وہب بن حفص کو کذاب قرار دیا ہے، حدیث یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا،

امان لاهل الارض من الغرق قوس — قوس قزح زمین والون کے لیے غرق سے امان

قزح والامان لاهل الارض من الاختلاف — ہے، اور قریش کے ساتھ محبت رکھنا ان کو اختلاف

الموالاة لقریش، و (لو) خالف قریشا — سے مامون رکھیگا، اگر کسی قبیلہ نے قریش کی مخالفت

قبیلةٌ صارت حزب ابلیس، — کی تو وہ حزب ابلیس ہوگیا،

سیوطی نے ابن جوزی پر استدراک کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکی تخریج ذیل کی اسناد سے مستدرک مین حاکم نے بھی کی ہے، اسناد حاکم حسب ذیل ہے،

حدثنا مکرم بن احمد القاضی، ثنا احمد بن علی الآبار، ثنا اسحاق بن سعید بن الارکون، حدثنا خلید بن دعلج، اظنه عن قتادة، عن عطاء بن ابی رباح، عن ابن عباس،

یہ حدیث بعینہ اسی متن اور اسی اسناد کیساتھ مستدرک مین کہین نہین ہے البتہ ج ۳ ص ۱۴۹ مین ہے،

النجوم امان لاهل الارض من الغرق — نجوم (ستارے) دنیا والون کے لیے ڈوبنے

واهل بیتی امان لامتی من الاختلاف — سے امان بخشنے والے ہین اور میرے اہل بیت میری

لہ یہ لفظ اصل مین نہین ہے مگر ضروری ہے۔

واذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا — امت کو اختلاف سے امان دیتے ہین جب عرب

وصاروا حزب ابلیس، — کا کوئی قبیلہ ان سے اختلاف کریگا وہ قبیلہ خود

باہم اختلاف کرنے لگیگا اور ابلیس کا گروہ ہوجائیگا،

یہ عبارت اسی اسناد کیساتھ مذکور ہے جسکا اوپر ذکر گذرا مگر اس مین قوس قزح اور قریش کی فضیلت نہین بلکہ نجوم اور اہل بیت کی برتری مذکور ہے علاوہ برین اس کے متعلق تلخیص مین موضوع لکھا ہے، حالانکہ سیوطی نے احمد بن مکرم والی روایت کے متعلق تلخیص کے حوالہ سے (واہ فی اسنادہ) لکھا ہے،

ج ۴ ص ۷۵، مین ہے،

امان اهل الارض من الاختلاف — قریش کی محبت دنیا والون کے لیے باعث امان ہے کیونکہ

الموالاة لقریش وقریش اهل الله فاذا — قریش اللہ کے لوگ ہین عرب کا جو قبیلہ ان کی مخالفت

خالفتها قبیلة من العرب صارت حزب ابلیس — کریگا ابلیس کا گروہ ہوجائے گا،

اگرچہ یہ عبارت ازدی کے متن سے مختلف ہے پھر بھی اگر اسکی سند وہی ہوتی جو لآلی مین مذکور ہے تو ہم سمجھتے کہ سیوطی کا مقصد اسی کو ذکر کرنا تھا مگر ابن ارکون کے نام سے پہلے مستدرک مین مکرم بن احمد اور احمد بن علی کی بجائے بہ ترتیب ابوبکر بن اسحاق اور محمد بن احمد بن الولید کے نام ہین:-

اس حدیث کے بعد ذہبی نے لکھا ہے،

(واہ فی اسنادہ ضعیفان)

یہ فقرہ سیوطی کے نقل کئے ہوئے فقرہ سے کامل مشابہت رکھتا ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ ضعیفان کا لفظ لآلی مصنوعہ سے مطبع کی غلطی سے ساقط ہوگیا،

چونکہ ہم مکرم بن احمد اور احمد بن علی کی بجائے ابوبکر بن اسحاق اور محمد بن احمد بن الولید کے نام

کو اختلاف نسخ اور کاتبون کی لغزش قلم پر نہین محمول کر سکتے اور کرم اور ابوبکر کی روایتون کے الفاظ مین فرق بھی ہے، اسلیے تسلیم کرنا پڑیگا ہے کہ اسی ج ۲ ص ۵، والی حدیث موالات قریش کے بعد زیر بحث حدیث کو بھی ہونا چاہیے،

۱۳- لآلی ج ۲ ص ۲۴

من اطعم اخاہ المسلم خبزا حتی یشبعہ	جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کھانا
وسقاہ من الماء حتی یرویہ	کھلا دے یا پانی پلا کر سیراب کر دے اس کو
باعدہ اللہ من النار سبعۃ خنادق	خدا جہنم سے سات خندق دور رکھے گا ہر دو خندق
ما بین کل خندقین مسیرۃ خمسہ مایۃ عام،	کے درمیان ۵۰۰ برس کی راہ ہوگی،

حاکم نے اسکی حسب ذیل سند سے تخریج کی تھی،

ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم، عن ابراہیم بن مندہ عن ادریس بن یحیی الخولانی عن رجاء بن ابی عطار عن وہب بن عبداللہ المکی عن عبداللہ بن عمر،

اس کا تذکرہ لسان مین حافظ ابن حجر نے بھی کیا ہے،

۱۴- لآلی ج ۲ ص ۱۱ مین ہے کہ حاکم نے

محمد بن صالح، حدثنا جعفر بن محمد بن سوار، حدثنا عبدالرحیم بن القاسم بمصر، حدثنا حبان بن علی، عن سعد بن طریف، عن اصبغ بن نباتہ، عن علی،

کی سند سے مستدرک مین روایت کی ہے کہ

قال رسول اللہ صلعم اطلبوا المعروف	رسولؐ خدا نے فرمایا کہ احسان تو میری امت
من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافھم	کے رحمیون ہی سے طلب کرو جن کے

ولا تطلبوا من القاسیۃ قلوبھم	جوار مین تم آرام سے رہوگے سخت دل لوگون
فان اللعنۃ تنزل علیھم.	سے نہین کیونکہ ان پر لعنت نازل ہوتی ہے،

حاکم نے حدیث کو "صحیح الاسناد" لکھا تھا، مطبوعہ مستدرک مین نہین ہے،

۱۵- لآلی ج ۲ ص ۸،

عن ابن عباس ان النبی صلعم اتی علی	حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ نبی صلعم تاجرون کی
جماعۃ من التجار فقال یا معشر التجار	ایک جماعت مین آئے اور آواز دی کہ اے
فاستجابوا لہ ومدوا اعناقھم فقال	تاجرو! تو وہ گردنین اٹھا کر بولے تو فرمایا بیشک
ان اللہ باعثکم یوم القیمۃ فجارا الا	کے دن اللہ تم کو فاجر اٹھائے گا مگر ان لوگون کو نہین
من صدق وصلی وادی الامانۃ.	جو صدقہ دیتے، نمازین پڑھتے اور امانتین ادا کرتے ہین

سیوطی نے اسناد کا ذکر نہین کیا ہے اس حدیث کو بیان کرکے صرف اتنا فرمایا ہے کہ

دارمی . . . . . . اور حاکم نے بھی اسکی تخریج کی ہے اور اسکو صحیح الاسناد کہا ہے

۱۶- لآلی ج ۲ ص ۹، مین ہے کہ حاکم نے مستدرک مین،

ہشام، عن یحیی بن ابی کثیر عن راشد الحبرانی انہ سمع عبدالرحمان بن سہل یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

کی سند سے حسب ذیل حدیث کی تخریج کی ہے اور صحیح بتایا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا،

ان التجار ھم الفجار، قالوا یا رسول اللہ	تاجر ہی فاجر ہین، لوگون نے کہا، یا رسولؐ اللہ
الیس قد احل اللہ البیع قال بلی ولکن یحلفون	کیا خدا نے بیع کو حلال نہین کیا؟ فرمایا کیون نہین
فیاثمون ویحدثون فیکذبون،	مگر یہ لوگ قسمین کھاتے ہین تو جھوٹی باتین کرتے ہین تو جھوٹی

ہشام سے پہلے کی سند معلوم نہین۔

۱۷- لآلی ج ۲ ص ۹۰، اسناد مذکور نہین ،صرف اس قدر مذکور ہے کہ اس حدیث کی مستدرک مین حاکم نے تخریج کی ہے،

علیکم بالسراری فانھن مبارکات الارحام — لونڈیون سے شادی کرو کیونکہ یہ مبارک رحمون والیان ہوتی ہین،

۱۸- لآلی ج ۲ ص ۹۸

ھلکت الرجال حین اطاعت النساء، — مرد جب عورتون کی اطاعت کرینگے تو ہلاک ہوجائینگے

بکار بن عبد العزیز بن ابی بکرۃ عن ابیہ عن جدہ (مرفوعا) سے پہلے کے اسمار کا ذکر نہین کیا ہے،

۱۹- لآلی ج ۲ ص ۹۸،

مستدرک مین سیف بن مسکین عن مبارک بن فضالہ عن منتصر بن عمارہ بن ابی ذر عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کی سند سے ایک طویل حدیث تھی جسکا ابتدائی فقرہ یہ تھا،

اذا اقترب الزمان کثر لبس الطیالسۃ وکثرت التجارۃ، — قیامت جب قریب ہوگی تو لوگ بکثرت طیلسان پہنین گے اور تجارت کی زیادتی ہوگی،

آخر مین تھا،

ویربی الرجل جروا ھی خیر لہ من ان یربی ولدا لہ. — آدمی اگر درندون کے پلے پالے گا تو یہ اپنے بچون کی پرورش سے بہتر ہوگا،

سند کا ابتدائی حصہ اور متن کا درمیانی حصہ سیوطی نے ذکر نہین کیا،

۲۰- لآلی ج ۲ ص ۱۰۰

ان طالت بک مدۃ اوشک ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ ویروحون — تم نے زیادہ عمر پائی تو ایک ایسی قوم دیکھوگے جو خدا کی نارضامندی اور لعنت مین صبح وشام

فی لعنتہ فی ایدیھم مثل اذناب البقر — بسر کرین گے، ان کے ہاتھون مین گائے کی دمون جیسی چیزین ہونگی

(سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرہ) سے زیادہ اسناد معلوم نہین،

۲۱- لآلی ج ۲ ص ۱۳۰ مین ہے کہ،

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان وفد عبد القیس قدموا علی النبی صلعم فبیناھم قعود عندہ اذ اقبل علیھم فقال لھم تمرۃ تدعونھا کذا وکذا وتمرۃ تدعونھا کذا وکذا حتی عد الوان تمرا تھم اجمع فقال رجل من القوم بابی انت وامی یارسول اللہ واللہ لو کنت ولدت فی ھجر ما کنت اعلم عنک الساعۃ اشھد انک رسول اللہ فقال رسول اللہ صلعم ان ارضکم رفعت لی منذ قدمتم الیّ فنظرت الیھا من ادناھا الی اقصاھا فخیر تمر اتکم البرنی یذھب الداء ولا داء فیہ،

کہ انس بن مالک نے کہا کہ جب وفد عبد القیس آیا تو وفد کے لوگ بیٹھے تھے کہ اتنے مین حضور صلعم آئے اور آپ نے ان کے خطہ کی ہر قسم کی کھجورون کا نام لیا ایک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہون اگر آپ خود ہجر مین پیدا ہوتے تو اس سے زیادہ واقف نہ ہوتے فرمایا کہ جب تم آئے تمھارا ملک میرے سامنے کر دیا گیا اس طرح کہ دور ونزدیک ہر جگہ کو دیکھ رہا ہون، تمھاری کھجورون مین بہتر برنی ہے، جو دافع امراض ہے اور مضر نہین،

اس کی سند جو مستدرک مین مذکور تھی اس کا صرف آخری جز معلوم ہے،

"عثمان بن عبد اللہ العبدی عن حمید الطویل عن انس"۔

۲۲- لآلی ج ۲ ص ۱۰ مین ابن عدی کی یہ حدیث،

محمد بن زید الرقی، عن الاوزاعی، عن یحیی بن کثیر، عن انس،

کی سند سے مرفوعاً مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،

من تکلم بالفارسیہ زادت فی خبثہ ونقصت من مروتہ — جس شخص نے فارسی مین بات چیت کی اس کا خبث بڑھ گیا اور مروت گھٹ گئی،

سیوطی نے کہا کہ مستدرک مین حاکم نے بھی اسکی تخریج کی ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ اسکی سند واہی (کمزور) ہے،

۲۳- " " " سیوطی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حاکم نے مستدرک مین اسکی ایک شاہد حدیث بھی

عمر بن ہارون، ثنا اسامہ بن زید اللیثی، عن نافع، عن ابن عمر،

کی سند سے بیان روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،

من احسن منکم ان یتکلم بالعربیہ فلا یتکلمن بالفارسیہ فانہ یورث النفاق — جو شخص اچھی طرح عربی بول سکتا ہو فارسی نہ بولے کہ یہ نفاق کا سرچشمہ ہے،

سیوطی نے فرمایا کہ عمر کی ابن معین نے تکذیب کی ہے اور جماعت نے اسکو چھوڑ دیا،

۲۴- لآلی ج ۲ ص ۱۷۴ مین مذکور ہے کہ حاکم نے

حدثنی ابراہیم بن اسماعیل، ثنا عثمان بن سعید الدارمی ثنا سلیمان بن عبدالرحمن ثنا خالد بن یزید بن ابی مالک الدمشقی عن ابیہ عن عطاء بن ابی رباح عن ابی سعید

کی سند سے بیان فرمایا ہے کہ انھون نے فرمایا کہ مین نے رسول خدا کو کہتے سنا ہے،

اللھم احینی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین وان اشقی الاشقیاء — الٰہی مجھے مسکین زندہ رکھ اور مساکین کے زمرہ مین میرا حشر کر، بدترین بدبخت وہ ہے جو فقر پا

من اجتمع فقر الدنیا وعذاب الاخرۃ — اور عذاب آخرت دونون مین مبتلا ہو،

۲۵- انبانا الحسن بن الحسن، ثنا ابی حاتم الرازی ثنا عبید اللہ بن موسی، ثنا بشیر بن المہاجر عن عبد اللہ بن بریدہ، عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلعم ان للہ ریحا یبعثہا علی رأس مائۃ سنۃ تقبض روح کل مومن، — حسن بن حسن نے ابو حاتم رازی پھر عبید اللہ بن موسے پھر بشیر بن مہاجر پھر عبد اللہ بن بریدہ پھر بریدہ کی مسلسل اسناد سے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کے پاس ایک ہوا ہے جسے وہ صدی کے شروع مین بھیجتا ہے، جو ہر مومن کی روح قبض کر لیتی ہے،

حاکم نے (صحیح الاسناد) کہا تھا اور ذہبی نے بھی تائید کی تھی،

۲۶- لآلی ج ۲ ص ۲۱۲ حاکم نے مستدرک مین تخریج کی تھی،

حدثنی بکر بن محمد الصیرفی حدثنا ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ حدثنا علی بن المدینی حدثنا ابو بکر الحنفی حدثنا عاصم بن محمد بن زید عن سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(قال اللہ تعالی) اذا ابتلیت عبدی المومن فلم یشکنی الی عوادہ اطلقتہ من اساری[1] ثم ابدلتہ لحما خیرا من لحمہ ودما خیرا من دمہ ثم یستأنف قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین، — (خدا نے فرمایا) جب مین نے اپنے مومن بندہ کو مبتلا کیا اور اس نے اپنی عیادت کرنے والون سے میری شکایت نہ کی تو مین اسکو گرفت سے چھوڑ دیتا ہون اور اسکو اسکے گوشت سے بہتر گوشت اور خون سے بہتر خون دیتا ہون پھر وہ نیا

۲۷- لآلی ج ۱ ص ۲۳۷

[1] یہ عبارت ساقط ہے،

يبعث الله الانبياء يوم القيمة على الدواب	محشر کے دن خدا نبیون کو چوپایون پر سوار اٹھائیگا
ويبعث صالحا على ناقته كيما يوافى بالمؤمنين	اور صالح اپنی اونٹنی پر اٹھین گے تاکہ محشر مین اپنے
من اصحابه المحشر، ويبعث ابنا فاطمة	ساتھی مسلمانون کے برابر رہین، فاطمہ رض کے بیٹے
الحسن والحسين على ناقتين وعلي بن ابي طالب	حسن رض اور حسین رض دو اونٹنیون پر ابو طالب کے بیٹے
على ناقتي وانا على البراق ويبعث بلال	علی میری اونٹنی پر اور مین براق پر اور بلال ایک اونٹنی
على ناقة فينادي بالاذان وتشاهد حقا حقا	پر اٹھین گے، پھر اذان پکارین گے یہان تک کہ جب
حتى اذا بلغ اشهد ان محمدا رسول الله	کہین گے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ محمد اللہ کے رسول ہین
شهد بها جميع الخلائق من الاولين	تو ساری مخلوق اگلے پچھلے سب گواہی دینگے تو جنکی گواہی
والاخرين فقبلت ممن قبلت منه	قبول کیجا چکی ہے انھین کی قبول کیجائے گی،

سیوطی نے فرمایا کہ اسکی تخریج مستدرک مین حاکم نے بھی کی ہے، سند یہ تھی،

اخبرنی احمد بن بالویہ، حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ حدثنا ابن غیر حدثنا ابو مسلم قائد الاعمش حدثنا

صالح الاعمش عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ (مرفوعا)

حاکم نے اس حدیث کو شرط مسلم پر صحیح بتایا تھا، اور سیوطی کی روایت کے مطابق ذہبی نے اعتراض کیا تھا کہ

مسلم نے ابو مسلم سے تخریج نہ کی امام بخاری نے کہا ہے "فیہ نظر" دوسرون نے کہا متروک ہے

تعجب ہے کہ مستدرک سے جو حدیثین ساقط ہین وہ مستدرک کے ساتھ چھپی ہوئی تلخیص مین بھی نہین

ملتین ہمنے اسی قدر مثالون پر اکتفا کی ہے اگر کنز العمال وغیرہ کتب حدیث مین مستدرک کے حوالہ سے

لکھی ہوئی حدیثین جمع کیجائین تو ابھی اور گنجائش ہے،

کیا ہم دائرۃ المعارف کے ارباب حل وعقد سے یہ درخواست کرکے کامیاب ہون گے کہ اس قسم

کی ساقط حدیثون کا ایک الگ ضمیمہ تیار کیا جائے،

تجزیۂ عبارات | سب سے آخر مین تجزیۂ عبارات کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ضروری ہے، اس کام کو دائرہ نے بخوبی انجام دیا ہے لیکن پھر بھی ہم کو یہ شکایت ہے کہ تجزیہ کے لیے شاید کوئی خاص اصول مرتب نہین کیا گیا، ذیل مین صرف جلد اول سے ۴ مثالین پیش ہین،

۱- ص ۴ ۲ س ۳ مین خلدی کی حدیث ہانی کے صحابیت کے ثبوت مین پیش کی گئی ہے اس لئے اس کو جدید سطر سے نہ ہونا چاہیئے، البتہ س ۱۲ دفعۃ قدمت کو جدید سطر سے ہونا چاہیئے،

۲- (ص ۸ ۴ س ۱۵) کی عبارت نعلمہا اعوضا الخ کو جدید سطر سے شروع کرنا چاہیئے تھا اور حدیث سطرہ اکو اس کے ساتھ ملحق ہونا چاہیئے تھا کیونکہ یہ حدیث وجہ اعتراض بتاتی ہے،

۳- ص ۵۳ س ۱۵ اسی اصول کے ماتحت " وانما اہملاہ " کو " یزید ابن زریع کی حدیث کیساتھ نہین بلکہ " یحیی بن سلمہ " کی حدیث کیساتھ ملاکر لکھنا چاہئے کیونکہ یہ حدیث " وجہ اہمال " پیش کرتی ہے،

۴- تجزیہ کی غلطی سے جو غلط فہمی عام ناظرین کو ہو سکتی ہے اسکی واضح ترین مثال ہم کو ص ۲ مین ملتی ہے

" ابو حمزۃ الانصاری ہذا ہو طلحۃ بن یزید وقد احتج بہ البخاری "

یہ عبارت اگر " شعبہ عن عمرو بن مرہ " کی حدیث کی بجائے اعمش کی حدیث کیساتھ ملاکر لکھی جاتی تو بیاض پر کرنے مین جو غلطی ہوئی ہے وہ ہرگز نہ ہوتی اور صاف طور پر معلوم ہو جاتا کہ " عن ابی حمزۃ " لکھنے کی بجائے حاشیہ مین عن " طلحہ مولی قرظہ " لکھنا چاہئے، کیونکہ اس حدیث کو حاکم نے اسی غرض سے پیش کیا ہے تاکہ ثابت کرین کہ یہ " ابو حمزہ " جنکا نام گذشتہ حدیث کی سند مین آیا ہے وہی طلحہ بن یزید ہین جن سے امام بخاری احتجاج کیا کرتے ہین،

ہم انھین چند مثالون پر اس مضمون کو ختم کرتے ہین آئندہ انشاء اللہ نفس مستدرک پر بھی کچھ عرض کیا جائے گا،

فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ

پر ایک اجمالی نظر

از جناب احمد تیمور پاشا،

مترجمہ :- سید ریاست علی ندوی رفیق دار المصنفین

(۲)

مذہب مالکی

مذہب مالکی امام مالک بن انس اصبحی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، جن کی ولادت مشہور روایت کے بموجب ۹۳ھ میں ہوئی، اور جمہور روایات کے لحاظ سے ۱۷۹ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی قدامت کے لحاظ سے مذاہب اربعہ میں اسکا دوسرا درجہ ہے، اصحاب مالک کو اہل حدیث کہا جاتا ہے، امام مالکؒ نے احکام شرعی کیلئے ان اصول کے علاوہ جو دوسروں کے نزدیک معتبر ہیں ایک جدید اصول قائم کیا، اور وہ '' اہل مدینہ کا عمل'' ہے

اس مذہب کی نشوونما امام مالکؒ کے وطن مدینہ میں ہوئی، پھر پورے حجاز میں پھیل گیا، حجاز پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد، بصرہ، مصر، اور اس کے ماتحت بلاد افریقہ، اندلس، صقلیہ، اور مغرب اقصیٰ سے لیکر سوڈان کے ان شہروں پر غالب ہو گیا جہاں اسلام کی روشنی پہونچ چکی تھی، اور بغداد میں بھی اس کی خوب اشاعت ہوئی، لیکن چوتھی صدی کے بعد وہاں زوال پذیر ہو گیا، اسی طرح بصرہ میں پانچویں صدی کے بعد اس میں انحطاط آگیا، اور بلاد خراسان میں سے قزوین اور ابہر میں اس کی خوب اشاعت ہوئی، اور اسی طرح اول اول نیساپور میں بھی پھلا پھولا، ان تمام

[1] کامل لابن اثیر، الفوائد البہیہ،

ممالک میں ائمۂ مالکیہ اور مذہب مالکی کی تعلیم دینے والے لوگ موجود تھے، یہ مذہب فارس میں بھی موجود تھا، اور یمن اور شام کے بہت سے شہروں میں بھی اس کی عام اشاعت ہوئی لیکن وہ اپنے سرچشمہ میں کچھ گمنام ہو گیا تھا، یہاں تک کہ ۷۹۳ھ میں ابن فرحون نے عہدۂ قضا پر متمکن ہونے کے بعد وہاں اس میں دوبارہ جان ڈالی[1]،

جیسا کہ مقریزی کی خطط میں مذکور ہے مصر میں اس مذہب کو سب سے پہلے عبد الرحیم بن خالد بن یزید بن یحیی مولی جمح لائے، پھر عبد الرحمن بن قاسم نے اس کی تبلیغ شروع کی جس کی وجہ سے مصر میں اس کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ وہاں مذہب حنفی سے بہت کم لوگ واقف رہ گئے کیونکہ امام مالک کے تلامذہ بھی یہاں بکثرت پہونچ گئے تھے، مقریزی کے اس بیان کی تائید سیوطی کی اوائل سے بھی ہوتی ہے لیکن سیوطی ہی نے اپنی حسن المحاضرہ میں دیباج سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مصر میں مذہب حنفی کے لانے والے سب سے پہلے شخص عثمان بن حکم جذامی ہیں، اصل دیباج کے الفاظ یہ ہیں،'' یہ امام مالک کے مصری تلامذہ میں مشہور ہیں، یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام مالک کے علم کو مصر میں داخل کیا، اس کے بعد کہتا ہے،'' انھوں نے ۱۶۳ھ میں وفات پائی''، لیکن درحقیقت ان دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر اپنی تہذیب التہذیب میں عثمان جذامی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں،'' ابن وہب کا بیان ہے کہ مصر میں سب سے پہلے امام مالک کے مسائل لانے والے عثمان بن حکم اور عبد الرحیم بن خالد بن یزید ہیں''، اس سے واضح ہوتا ہے کہ جب یہ دونوں امام مالک سے تعلیم حاصل کر چکے تو دونوں ایک ساتھ مصر کو لوٹ آئے، پھر وہاں ان دونوں کے ذریعہ سے فقہ مالکی کا رواج ہوا،

مقریزی کی خطط میں ہے، کہ مصر میں امام شافعی کے مذہب کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اس مذہب

[1] دیباج [2] ذیل الابتہاج،

پر عمل ہوتا رہا، کیونکہ پہلے مصر کے قضاۃ مالکیوں یا شافعیوں میں سے ہوا کرتے تھے، یا کبھی احناف
میں سے کوئی ہوتا تھا، یہاں تک کہ قائد جوہر کا دور آیا، اور وہاں اسی زمانہ سے مذہب شیعی کو
عروج حاصل ہوا، اور شیعے ہی عہدۂ قضا پر مامور ہونے لگے، اور ان کے فتووں پر نہ صرف عمل آمد
ہونے لگے، بلکہ ان کے مخالفوں کی سختی سے مخالفت کیجانے لگی، پھر جب دولت ایوبیہ کا دور آیا تو اس
مذہب نے دوبارہ عروج حاصل کیا، چنانچہ اس مذہب کے فقہا کے لئے مدارس قائم کئے گئے، اور مستقل طور پر
قاضی بھی مقرر ہونے لگے، کیونکہ دولت ترکیہ بحریہ میں ظاہر بیبرس نے قضاۃ اربعہ کے لئے جداگانہ
عہدے قائم کئے، اور اس مذہب کا قاضی شافعی کے بعد دوسرے درجہ پر شمار کیا گیا، اگرچہ دولت
ایوبیہ نے اصل عہدۂ قضا کو تو شافعیوں ہی کے لئے مخصوص رکھا، لیکن قاضی کے ساتھ مذاہب ثلاثہ
کے نمایندے بھی شریک رہتے تھے، اور یہ مذہب اس وقت تک مصر میں مذہب شافعی کے دوش
بدوش موجود ہے، خصوصاً صعید مصر میں اس کی بہت زیادہ اشاعت ہے،

افریقہ میں ابتداءً صرف احادیث نبوی پر عمل ہوتا تھا، پھر جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، یہاں
مذہب حنفی کی اشاعت شروع ہوئی، اس کے بعد جب ۴۰۷ھ میں معز بن بادیس والی مقرر ہوا
تو اس نے تمام باشندگانِ افریقہ و اہالیانِ مغرب کو مذہب مالکی کے قبول کرنے پر مجبور کیا، اور
اس کے ساتھ تمام مذہبی اختلافات کو فنا کر دیا،[۱] معز بن بادیس کے اس طرز عمل نے مذہب مالکی
کو افریقہ اور تمام بلادِ مغرب میں نہایت مستحکم کر دیا، اسی کو مغرب کا شاعر مالک بن مرحل مالکی
یوں بیان کرتا ہے،

مذہبی تقبیل خد مذھب	زرین رخسار کا چومنا میرا مذہب ہے،
سیدی ماذا تری فی مذھبی	جناب والا! میرے مذہب کے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟

---

[۱] ابن اثیر، ابن خلکان، مواسم الادب،

لا تخالف مالکا فی رأیہ	امام مالک کی رائے کی مخالفت نہ کرو،
فعلیہ جل اہل المغرب[۱]	کیونکہ تمام اہل مغرب کا یہی مذہب ہے،

ان ممالک میں آج تک اسی مذہب کو تفوق حاصل ہے، فاسی اپنی العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین
میں کہتا ہے کہ مغاربہ کے سب مالکی المذہب ہیں، سوائے چند نادر شالوں کے جن میں وہ لوگ بھی
داخل ہیں جو صرف سنن و آثار کا اتباع کرتے ہیں،

باشندگانِ اندلس پر مذہب اوزاعی غالب تھا، وہاں اس مذہب کو سب سے پہلے صعصعہ بن سلام
نے داخل کیا، جب کہ انھوں نے نقل مکان کرکے وہیں بود و باش اختیار کر لی، وہاں اس کو
دو صدی تک تسلط حاصل رہا، پھر امیر ہشام بن عبدالرحمن کے عہد حکومت تک باقی رہا، پھر اسکی
جگہ مذہب مالکی نے لے لی، نیل الابتہاج میں ہے "باشندگانِ اندلس مذہب اوزاعی کے سختی سے پابند
تھے، یہاں تک کہ وہاں تلامذۂ امام مالک کی ایک جماعت پہونچی جن میں زیاد بن عبدالرحمن، غازی
بن قیس اور قرعوس وغیرہ تھے، ان لوگوں نے وہاں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور امیر ہشام
اس مذہب کو قبول کرکے لوگوں کو اسکی دعوت دینے لگا، اس لئے باشندگانِ اندلس نے اسی
مذہب کو قبول کیا، پھر اس مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں اس حد تک سختی برتی گئی کہ لوگوں کو
بزور شمشیر اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا،

ضبی کی بغیۃ الملتمس میں ہے کہ اندلس میں مذہب مالکی کی اشاعت یحیی بن یحیی بن کثیر کے
ذریعہ سے ہوئی، ان سے ایک کثیر جماعت نے فقہ حاصل کی، ان کی وفات ۲۳۴ھ میں اور ایک
روایت کے مطابق ۲۳۳ھ میں ہوئی،

لیکن مقریزی نے اپنی خطط اور ابن فرحون نے اپنی دیباج میں لکھا ہے کہ "اندلس میں

---

[۱] کناش بن مغلع، [۲] بغیۃ الملتمس [۳] دیباج،

مذہب مالکی کے سب سے پہلے لیجانیوالے زیاد بن عبد الرحمن القرطبی الملقب بہ شبطون ہیں، یہ یحیی بن یحیی بن کثیر سے پہلے پہونچ چکے تھے، کیونکہ ان کا سال وفات ۱۹۳ھ یا ۲۰۴ھ یا ۱۹۹ھ ہے[1]، نفح الطیب میں اس کے متعلق اور زیادہ تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :- ہشام بن عبد الرحمن کے زمانہ میں ایک جماعت حج کے لئے گئی جس میں شبطون، قرعوس بن عباس، عیسی بن دینار اور سعید بن ابی ہند وغیرہ تھے، ان لوگوں نے حج سے واپس آکر اندلس میں امام مالک کے فضل و کمال، وسعتِ علم اور جلالتِ شان کے حالات بیان کئے جس سے وہاں ان کی عام شہرت ہوگئی، اور اسی کے ساتھ انکی فقہ کے مسائل بھی وہاں رائج ہونے لگے، جو جماعت حج کے لئے گئی تھی اس کے سرخیل شبطون تھے، اندلس میں موطا امام مالک کو یہی جامع صورت میں لائے تھے، حج کی واپسی کے بعد یحیی بن یحیی نے ان سے فقہ مالکی کو حاصل کیا، پھر تجر علم کے لئے شبطون کے مشورہ کے مطابق امام مالک کے پاس گئے اور تحصیل علم کے بعد وہاں سے واپس آئے، پس اندلس میں مذہب مالکی کی اشاعت ان کے اور زیاد اور عیسی بن دینار کے ذریعہ سے انجام کو پہونچی،

پھر ایک دوسری جگہ لکھتا ہے "بعض روایتوں کے مطابق شاہ اندلس نے لوگوں کو مذہب مالکی کے قبول کرنے پر اس لئے مجبور کیا کہ امام مالک نے بعض باشندگانِ اندلس سے شاہِ اندلس کے حالات دریافت کئے، تو ان لوگوں نے اس کے ایسے اوصاف بیان کئے جنھیں امام مالک نے بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا کہ "ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمھارے بادشاہ کی تشریف آوری سے حرم کو زینت بخشے" ان کے یہی الفاظ تھے یا انھیں کے ہم معنی کوئی دوسرا جملہ تھا، امام مالک نے یہ خیالات اس لئے ظاہر فرمائے کہ وہ خلفائے عباسیہ کے طرز حکومت کو پسند نہیں فرماتے تھے، غرض امام مالک اور اہل اندلس سے جو کچھ گفتگو ہوئی وہ من و عن شاہِ اندلس تک پہونچ گئی، شاہ اندلس

[1] نفح الطیب کی ایک روایت کے مطابق ۲۰۳ھ بھی ہے،

امام مالک کی رفعت شان اور ان کی علمی منزلت سے پہلے سے آگاہ تھا، اس لئے اس کو امام مالک سے اور زیادہ شغف ہوگیا، اور اس لئے وہ مذہب اوزاعی کو ترک کرکے ان کے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرمی سے مشغول ہوگیا،

ابن بناہہ نے بھی شرح العیون میں یہی وجہ بیان کی ہے، صرف فرق یہ ہے کہ اس نے اس واقعہ کو عبد الرحمن الداخل کے زمانہ میں بتایا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں، کیونکہ مؤرخین کا عام اتفاق ہے کہ اندلس میں مذہب مالکی عبد الرحمن الداخل کے لڑکے ہشام کے زمانہ میں داخل ہوا،

پھر اس مذہب کو اندلس اور دیار مغرب میں روز افزوں ترقی ہوئی، کیونکہ حکم بن ہشام کے عہد حکومت میں تمام فتاوے مذہب مالکی کے مطابق دیئے جانے لگے، اس لئے کہ یحیی بن یحیی بن کثیر حکم بن ہشام کے مقربین میں تھا، حکم کو یحیی پر اس درجہ اعتماد تھا کہ یحیی کی کوئی بات کبھی رد نہیں کیجاتی تھی، قضاۃ کا تقرر انھیں کے مشورہ کے بموجب ہوتا تھا، اس لئے جس طرح مشرق میں امام ابو یوسف نے مذہب حنفی کی اشاعت کی اسی طرح امام یحیی بن یحیی بن کثیر نے مغرب میں مذہب مالکی کو رواج عام دیا[1]،

ابن خلدون نے اندلس اور دیار مغرب میں مذہب مالکی کی عام اشاعت کی ایک اور فلسفیانہ توجیہ پیش کی ہے، وہ لکھتا ہے کہ "اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تو ان کے مذہب کو باشندگانِ اندلس اور دیار مغرب نے مخصوص طریقہ سے اختیار کیا، اگرچہ دیگر مقامات میں بھی یہ مذہب موجود ہے لیکن اندلس اور دیار مغرب میں اس مذہب کے مقلدین کے علاوہ دوسرے مذاہب کے مقلدین کی تعداد نہایت قلیل ہے، کیونکہ سفر حج کے سلسلہ میں زیادہ تر حجاز تک ان لوگوں کا جانا ہوتا تھا، اور وہی ان کا منتہائے سفر بھی تھا، اور اس وقت مدینہ دار العلم تھا، اور مدینہ ہی سے علم عراق میں گیا تھا، لیکن

[1] مقریزی، البغیۃ الملتمس، نفح الطیب،

عراق ان کے راستہ میں نہیں پڑتا تھا، اس لئے وہ مجبور تھے، کہ صرف مدینہ کے شیوخ و علماء ہی سے استفادہ کریں، جن کے امام، امام مالک تھے، پھر امام مالک کے بعد انھیں کے تلامذہ شیوخ مدینہ کی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے باشندگانِ مغرب و اُندلس نے ان کی طرف رجوع کیا، اور مالکی مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی تقلید نہ کی کیونکہ دوسرے مذاہب ان لوگوں تک پہونچ ہی نہ سکے، علاوہ ازیں دوسری وجہ یہ ہے کہ دیار مغرب اور اُندلس کے رہنے والے فطرۃً بدوی الطبع تھے، اور انھیں وہ مدنیت پسند نہ تھی جو اس زمانہ میں اہل عراق میں رائج تھی، اس لئے وہ اپنی بدویت کی مناسبت سے اہل حجاز کی طرف فطرۃً مائل تھے (ابن خلدون کے نظریہ کے مطابق عرب بدوی الطبع ہیں) پس ان کے نزدیک مذہب مالکی کے محبوب ترین مذہب ہونے کا یہی سبب ہے، کیونکہ یہ مذہب دوسرے مذاہب کی طرح تہذیب و تمدن کی تنقیحات میں کبھی بھی نہیں پڑا، اس کے بعد مقدسی کی وہ روایت ہے جو مذہب حنفی کے سلسلہ میں اوپر گذر چکی اور جس سے اُندلس میں مذہب حنفی کے زوال اور مذہب مالکی کے عروج کی وضاحت ہوتی ہے،

پھر جب پانچویں صدی میں مغرب اقصیٰ میں بنو تاشفین کی حکومت قائم ہوئی تو وہ اُندلس پر بھی مستولی ہو گئے، بنو تاشفین کے سلاطین میں سے سلطان ثانی امیر المسلمین علی بن یوسف بن تاشفین کو فقہاء و علماء سے غائت درجہ شغف تھا، حتیٰ کہ حکومت کا کوئی ادنیٰ کام بھی فقہاء کے مشورہ کے بغیر انجام نہ دیتا، اور تمام قضاۃ کے لئے حکم نافذ کر دیا تھا کہ وہ اپنے تمام فیصلے چار فقہاء کی موجودگی میں کیا کریں اس لئے اس کے عہدِ حکومت میں فقہاء کو خاص منزلت حاصل تھی لیکن جاہ و منزلت کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ مالکی المذہب ہوں، ورنہ بارگاہِ حکومت میں رسوخ ناممکن تھا، اس لئے اس کے دورِ حکومت میں فقہ مالکی اور اس کی کتابیں عام طریقہ سے رواج پا گئیں اور اس میں اس درجہ غلو ہوا کہ لوگ رفتہ رفتہ کتاب و سنت سے بھی مستغنی ہو گئے، اس لئے الکل

مسائل شرعی کا تمام دار و مدار اسی فقہ پر قائم ہو گیا تھا[1]،

پھر جب بنو تاشفین کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور چھٹی صدی کے اوائل میں موحدین نے ان کی جگہ لیلی تو عبد المومن بن علی اس باب میں اپنی پیشرو حکومت کے مسلک پر قائم رہا جس سے اس مذہب کو مزید تقویت حاصل ہو گئی، اس لئے اہل مغرب مذاہب فقہ میں سے مذہب مالکی ہی پر عام طریقہ سے عامل رہے، اور مذاہب متکلمین میں سے ابو الحسن اشعری کے عقائد کی پیروی کی[2]، لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ عبد المومن اور اس کے لڑکے یوسف کا اصلی مطمح نظر یہ تھا کہ وہ لوگوں کو مذہب مالکی سے برگشتہ کر کے ظاہر قرآن و احادیث نبوی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیں، لیکن یہ دونوں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور نہ یہ جرأت کر سکے کہ اپنے مطمح نظر کا اعلان کر دیں[3] اس لئے یہ دونوں ظاہری طور پر مذہب مالکی کی تائید کرتے رہے، لیکن جب اس کے پوتے یعقوب بن یوسف بن عبد المومن کا دور حکومت آیا تو اس نے علی الاعلان مذہب مالکی کو ترک کر کے مذہب ظاہریہ کو اختیار کر لیا، یعقوب کے اس اعلان کی وجہ سے باشندگانِ مغرب کا ایک بڑا طبقہ مذہب ظاہریہ کا پیرو ہو گیا، اور اسی کے بعد اہل مغرب کی ایک بڑی جماعت "حزمیہ" کے نام سے موسوم ہوئی جو امام ابن حزم ظاہری کی طرف منسوب ہے، لیکن یہ لوگ مالکیوں سے دبے ہوئے تھے اس لئے یعقوب کے زمانے میں یہ لوگ اُبھر کر پھیل گئے، پھر اس نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں بعض شہروں میں شافعی قاضی مقرر کئے اور ان کی طرف میلان ظاہر کیا[4]،

مراکشی المعجب میں لکھتا ہے: "یعقوب کے عہد حکومت میں علم فقہ پر ایسا زوال آیا کہ اس نے فقہ کی کتابوں کے متعلق یہ عام حکم جاری کر دیا کہ اُن سے آیات قرآنی اور احادیث نبوی علیحدہ کر لینے کے بعد ایک ایک کتاب کو آگ میں جھونک دیا جائے، چنانچہ اس حکم کے بموجب تمام

[1] المعجب للمراکشی، [2] کامل ابن اثیر، [3] المعجب للمراکشی، [4] کامل ابن اثیر،

حدودِ سلطنت میں فقہ کی عام کتابیں مثلاً مدونہ سحون کتاب ابن یونس، نوادر ابن ابی زید، مختصر نوادر ابن ابی زید التہذیب للبرازعی، واضحہ ابن جیب اور اسی قسم کی بہت سی کتابیں نذر آتش کر دی گئیں، میں اس زمانہ میں فاس میں تھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ کتابیں بوجھ کی بوجھ لائی جاتیں اور آگ میں ڈال دیجاتیں جب فقہ کی تمام کتابیں جلائی جا چکیں تو پھر یعقوب نے کتب احادیث بخاری، مسلم، ترمذی، موطا، سنن ابی داود، نسائی، بزاز، دار قطنی، بیہقی اور مسند بن ابی شیبہ وغیرہ کے جمع کرنے کا حکم دیا، اور ان کی اشاعت میں اس درجہ اہتمام کیا کہ وہ خود لوگوں کو یہ کتابیں املا کراتا، لوگوں کو ان کے حفظ کرنے کی ترغیب دلاتا، اور جو شخص ان کو حفظ کرتا اس کو مال و زر اور خلعت سے سرفراز کرتا،

اور جیسا کہ مقدسی نے احسن التقاسیم میں لکھا ہے، یہ مذہب چوتھی صدی میں عراق و اہواز میں موجود تھا، مصر و بلادِ مغرب میں اس کی عام اشاعت ہو چکی تھی، اور اندلس میں اس کو بہت زیادہ تسلط حاصل تھا،

مذہب مالکی اور مذاہب متکلمین،

مالکیہ عقائد میں ابو الحسن اشعری کے عقائد کے متبع ہیں، تاج سبکی کی معید النعم اور طبقات کے بیان کے مطابق کوئی مالکی اشعری کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا،

مذہب شافعی

مذہب شافعی امام محمد بن ادریس الشافعی القرشی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، جنکی ولادت ۱۵۰ھ میں غزہ میں ہوئی اور ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی، حافظہ و ذکاوت میں یکتا تھے اور ان میں ایسے فضائل جمع ہو گئے تھے جو دوسروں میں جمع نہ ہو سکے، مذہب شافعی قدامت کے لحاظ سے مذاہب اربعہ میں تیسرا مذہب ہے، مالکیوں کی طرح ان کے متبعین کو بھی "اہل حدیث"

کہا جاتا ہے[1]، بلکہ اہل خراسان کی اصطلاح تو یہ ہے کہ جب وہ علی الاطلاق "اصحاب حدیث" کہیں تو شافعیوں کے علاوہ کوئی دوسرا مراد ہی نہ ہو گا[2]، امام شافعی ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے پہلے امام مالک سے تحصیل علم کی، پھر مستقل طور پر ایک جدید مذہب کے بانی ہوئے، ابن خلدون لکھتا ہے، امام مالک کے بعد عراق گئے اور اصحاب ابی حنیفہ سے مل کر علم حاصل کیا، اور پھر حجاز و عراق کے دونوں مذاہب کو سامنے رکھکر ایک خاص مذہب قائم کیا، انھیں اپنے مذہب میں امام مالک رحمۃ اللہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف کرنا پڑا ہے،

مولفینِ طبقات کا بیان ہے کہ یہ مذہب سب سے پہلے مصر میں نمایاں ہوا اور ان کے متبعین کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو گئی، پھر عراق میں داخل ہو کر بغداد پر قابض ہو گیا، ان کے علاوہ اور دیگر ممالک مثلاً خراسان، توران، شام، یمن، ماوراء النہر، بلاد فارس، حجاز اور ہندوستان کے بعض شہروں میں بھی داخل ہوا، اور اسی طرح تیسری صدی کے بعد افریقہ اور اندلس میں بھی پہونچ گیا[3]،

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اہل مصر پر مذہب حنفی اور مالکی چھائے ہوئے تھے، پھر جب امام شافعی وہاں تشریف لے گئے تو ان کے مذہب کو قبولیت عام حاصل ہو گئی، ابن خلدون کہتا ہے:- مصر میں امام شافعی کے مقلدین کی تعداد ہر جگہ سے زیادہ ہے، لیکن اس کی اشاعت

---

[1] ابن خلدون، [2] طبقات سبکی، [3] دیباج، الفوائد البہیہ، [4] علی بن عبد القادر الطوخی نے اپنی کتاب قضاۃِ مصر میں لکھا ہے کہ عیسی بن منکدر قاضیِ مصر نے امام شافعی کے رو برو کہا ارتم اس شہر میں اس وقت داخل ہوئے جبکہ اس کے آراء و احکام ایک تھے، لیکن تم نے لوگوں میں تفرقہ پیدا کر دیا، فاسی اس جملہ سے امام مالک کے مقلدین کی مخالفت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، کیونکہ اہل مصر شافعی سے پہلے مذہب مالکی کے سوا کسی دوسرے مذہب سے واقف نہ تھے، لیکن طوخی کا یہ بیان صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس وقت اہل مصر کے درمیان مذہب حنفی بھی موجود تھا،

عراق، خراسان اور ماوراء النہر تک پہونچ چکی ہے، بلکہ شافعی ان تمام ممالک کے درس و تدریس اور فتووں میں حنفیوں کے برابر کے شریک ہوگئے، اور جہاں جہاں مذہب شافعی داخل ہوا، وہاں حنفیوں سے مناظرہ کی مجلسیں بھی خوب گرم ہوئیں، اور ان دونوں مذاہب کے متنوع استدلالات سے کتب خلافیات بھری پڑی ہیں، اور پھر یہی کتابیں ممالک مشرقیہ کے نصاب درس میں داخل ہوگئیں،

اور جب امام شافعی مصر میں بنو عبد الحکم کے پاس پہونچے تو خاندان حکم میں سے ایک جماعت اور اشہب، ابن قاسم اور ابن مواز وغیرہ نے امام صاحب سے فقہ کی تحصیل کی پھر حارث بن مسکین اور ان کے خاندان نے استفادہ کیا، اس کے بعد وہ دور آیا جس میں رافضیوں کی حکومت کی وجہ سے مذاہب اہل السنہ کو زوال آگیا، اور ان مذاہب کے بجائے اہل بیت کی فقہ رائج ہوگئی

پھر رافضیوں کی حکومت علیدیین کا خاتمہ ہوا اور مصر کی عنانِ حکومت صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مبارک ہاتھوں میں آگئی، خانوادۂ ایوبیہ میں اہل عراق و شام کے توسط سے فقہ شافعی داخل ہو چکی تھی، اس لئے فقہ شافعی مصر میں انکی حکومت کی ابتدا ہی سے پہلے سے زیادہ بہتر حالت میں جلوہ گر ہوئی، اور اس کا بازار خوب گرم ہو گیا، اور فقہائے شافعیہ میں محی الدین نووی جیسی جن کی پرورش شام کی حکومت ایوبیہ کے ظل عاطفت میں ہوئی تھی، اور عز الدین بن عبد السلام کو شہرت حاصل ہوئی، پھر ابن الرفعہ، اور تقی الدین بن دقیق العید آئے اور ان دونوں کے بعد تقی الدین السبکی کا نام روشن ہوا، یہاں تک کہ یہ اس زمانہ کے شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی پر تمام ہوتا ہے، جو آج مصر کے جلیل القدر شافعیوں میں شمار کئے جاتے ہیں، بلکہ اپنے ہمعصر علماء میں نہایت بلند پایہ ہیں،

جب حکومت ایوبیہ نے مصر میں فقہاء کے لئے مدارس وغیرہ قایم کرکے مذاہب اہل السنہ

کی طرف خاص توجہ کی تو اس سلسلہ میں مذہب شافعی کے لئے وافر حصہ رکھا، چنانچہ عہدۂ قضا خاص شافعیوں کے لئے مخصوص تھا، کیونکہ بنو ایوب سب کے سب شافعی المذہب تھے[1]، اس لئے حکومت کا یہی مذہب قرار پایا، لیکن بنو ایوب میں سے سلطان شام المعظم عیسیٰ بن العادل ابوبکر مذہب حنفی کے پیرو تھے اور ان کی وجہ سے ان کی اولاد بھی اسی مذہب پر قائم تھی[2]، یہ اپنے مذہب میں نہایت غلو رکھتے تھے، احناف ان کو اپنے فقہا کی صف میں داخل کرتے ہیں، انھوں نے کئی جلدوں میں جامع الکبیر کی شرح بھی لکھی ہے، اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہؒ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، ان کا رد کرنے میں ان کا بھی کافی حصہ ہے[3]،

پھر جب مصر میں بنو ایوب کے بعد حکومت ترکیہ بحریہ کا دور آیا تو اس کے سلاطین بھی شافعی المذہب تھے[4]، اس لئے عہدۂ قضا کی حالت بدستور قایم رہی یہاں تک کہ ظاہر بیبرس نے قضاۃ اربعہ کا نظام جاری کیا، اور ان قضاۃ اربعہ میں مرتبہ کے لحاظ سے شافعی کو مقدم رکھا گیا، ان کے بعد قاضی مالکی کا درجہ تھا پھر حنفی کا، اور سب سے آخر میں قاضی حنبلی کا[5]، منصب قضاء کا یہ نظام چرکسیوں کے

[1] ابن خلکان [2] العقود البھیہ [3] سلطان سیف الدین قطز جو بیبرس سے پہلے تھا حنفی المذہب تھا، لیکن اپنی مدتِ حکومت کے قلیل ہونے کے باعث حکومت کے مذہب پر کوئی اثر نہ ڈال سکا، اور سیوطی کا حسن المحاضرہ میں یہ دعویٰ ہے کہ اس حکومت میں اس کے سوا کوئی ایسا والی نہ تھا جو شافعی المذہب نہ ہو،

[4] صبح الاعشیٰ، ابن بطوطہ کہتا ہے کہ الملک الناصر کے زمانہ میں ان قضاۃ کی ترتیب میں حنفی کو مالکی پر تقدم حاصل تھا، پھر جب برہان الدین بن عبد الحق منصب قضاء پر آئے تو امرائے حکومت نے الملک الناصر کو توجہ دلائی کہ وہ سابق دستور کے مطابق مالکی کو حنفی پر مقدم کردے چنانچہ اس نے امرائے حکومت کے کہنے کے مطابق یہی کیا اور پھر ہمیشہ اسی پر عمل ہوتا رہا،

عہد حکومت تک بدستور جاری رہا، حکومت چرکسیہ کے بعد حکومت عثمانیہ کا دور آیا تو اس نے محکمۂ قضا کے نظام میں تغیر کیا، اور قضاۃ اربعہ کے منصب کو توڑ کر محکمۂ قضاء کو صرف حنفیوں کے لئے مخصوص کر دیا، اور اُس وقت سے اِس وقت تک یہی مذہب حنفی حکومت کا مذہب ہے، لیکن اس طریقۂ عمل سے مذہب شافعی اور مالکی کی اشاعت میں کوئی زوال نہ آیا، کیونکہ ان کو ملک میں پیشتر سے وقار حاصل تھا، اس لئے یہ دونوں مذاہب ریف وصعید پر جیسے غالب تھے غالب ہے، اور خصوصاً ریف میں جو ساحل دریا کے قطعۂ اراضی پر مشتمل ہے، شافعیوں کی تعداد بہت زیادہ رہی، سنہ ۱۱۳۰ھ سے سنہ ۱۲۸۷ھ تک جامعہ ازہر کی ریاست شافعیوں کے لئے مخصوص رہی[1]، پھر سنہ ۱۲۸۷ھ میں شیخ محمد مہدی عباسی حنفی کے شیخ الازہر ہونے کے بعد یہ منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہ رہا، لیکن ابھی تک اس منصب پر کوئی حنبلی سرفراز نہ ہو سکا ہے، کیونکہ مصر میں ان کی نہایت قلیل جماعت ہے،

سرزمین شام میں مذہب اوزاعی کو غلبہ حاصل تھا، یہاں تک کہ ابو ذرعہ محمد بن عثمان دمشقی شافعی مصر کے عہدۂ قضا سے منتقل ہو کر دمشق کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، اور انھیں کیساتھ شام میں مذہب شافعی داخل ہوا، وہ خود اور ان کے بعد کے تمام قضاۃ دمشق اسی مذہب کے مطابق فیصلے کرتے تھے، ابو ذرعہ کو اپنے مذہب سے اس درجہ اُنس تھا کہ جو شخص مختصر المزنی کو حفظ کر لیتا وہ اس کو سو دینار انعام دیتے تھے، ان کا انتقال سنہ ۳۰۲ھ یا سنہ ۳۰۴ھ میں ہوا[2]، مقدسی احسن التقاسیم میں لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں چوتھی صدی

[1] شیوخ ازہر جو پہلے گذرے ہیں ان میں شیخ محمد خرشی متوفی سنہ ۱۱۰۱ھ کا نام ہم معلوم کر سکے ہیں، جو مالکی تھے ان کے بعد شیخ ابراہیم بن محمد البرمادی الشافعی اس عہدے پر فائز ہوئے، اور سنہ ۱۱۰۶ھ میں وفات پائی، اس کے بعد یہ عہدہ سنہ ۱۱۳۳ھ ہجری تک مالکیوں کے لئے مخصوص ہو گیا پھر شافعیوں میں منتقل ہوا، [2] رفع الاصر، الاعلان بالتوبیخ، النغر البسام فی قضاۃ الشام، لابن طولون،

ہجری میں اقلیم شام کے قضاۃ مصر شافعی المذہب ہوتے تھے، بلکہ پورے اقلیم شام میں کوئی ایک مالکی یا داؤدی مذہب کا فقیہ نظر نہیں آتا تھا،

سبکی کی طبقات اور سخاوی کی الاعلان بالتوبیخ میں ہے کہ یہ مذہب ماوراء النہر میں محمد بن اسمٰعیل القفال الکبیر الشافعی المتوفی سنہ ۳۶۵ھ کے ذریعہ سے پھیلا، اور مقدسی یہ بھی لکھتا ہے کہ اقلیم مشرق کے اکثر شہروں مثل لورۃ الشاش، ایلاق، طوس، نسا، اور ابیورد وغیرہ میں اس مذہب کی عام اشاعت تھی، اور اسی طرح ہرات، سجستان، سرخس، نیشاپور اور مرو وغیرہ میں بھی اس کی اشاعت ہوئی، پھر لکھتا ہے: سجستان اور سرخس میں شافعیوں اور حنفیوں کے درمیان نہایت متعصبانہ جذبات موجود تھے، بسا اوقات اس تعصب کی بنا پر خون خرابہ ہو جاتا تھا، جس میں سلطان کو مداخلت کرنی پڑتی تھی، اس کے بعد اقلیم دیلم کے متعلق لکھا ہے کہ :۔ قومس، جرجان اور طبرستان کے اکثر باشندے حنفی المذہب تھے، اور احناف کے علاوہ جو تھے ان میں کچھ حنبلی مذہب رکھتے تھے اور کچھ لوگ شافعی المذہب تھے، لیکن بیار میں شافعیوں کے علاوہ کوئی دوسرا اہل حدیث نظر نہ آتا تھا، اور اقلیم قور کے متعلق لکھتا ہے جس میں موصل اور آمد وغیرہ ہیں، کہ یہاں کے باشندے زیادہ تر حنفی تھے، لیکن شافعی اور حنبلی بھی پائے جاتے تھے، اور اقلیم کرمان میں شوافع کی تعداد بہت غالب تھی،

الاعلان بالتوبیخ میں ہے کہ مرو اور خراسان میں مذہب شافعی کو احمد بن سیار کے بعد عبدان بن محمد بن عیسیٰ مروزی نے عام کیا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن سیار شافعی مذہب کی بہت سی کتابیں لاد کر مرو لے گیا، جنھیں لوگوں نے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا، عبدان نے بھی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا، اور انھوں نے مطالعہ کے بعد ان کتابوں کو نقل کرنا چاہا، لیکن ابن سیار اس میں مزاحم ہوا اس لئے عبدان نے یہ ہمت کی کہ وہ اپنی جائداد

فروخت کرکے مصر چلے گئے جہاں ربیع اور دوسرے شوافع سے ان کی ملاقات ہوئی، اور ان کی مدد سے وہ کتابیں نقل کرکے ابن سیار ہی کی زندگی میں مرو واپس آگیا، اور مذہب شافعی کی اشاعت میں لگ گیا، یہاں تک کہ ۲۹۳ھ میں اس کا انتقال ہوگیا، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق نیساپوری اسفرائینی مصنف الصحیح المستخرج علی مسلم پہلے شخص ہیں جو اسفرائن میں مذہب شافعی اور اس کی کتابوں کو لے گئے، اُنھوں نے ربیع اور مزنی سے علم حاصل کیا تھا، ۳۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا، آگے چل کر لکھتا ہے، ابو اسمٰعیل محمد بن اسمٰعیل بن یوسف سلمی ترمذی امام شافعی کی کتابیں مصر سے باہر لے گئے، جن کے نسخے اسحاق بن راہویہ نے نقل کئے، اور ان کتابوں پر اپنی طرف سے "الجامع الکبیر" کا اضافہ کیا، یہ بویطی سے روایت کرتے ہیں، ۲۸۰ھ میں انتقال ہوا، اور ابن سریج نے مذہب شافعی کی اشاعت مختلف مقامات میں کی،

یاقوت کی معجم البلدان میں ہے کہ "باشندگان رے کے تین طبقے تھے، اول شافعی جنکی تعداد نہایت قلیل تھی، احناف جو بہ تعداد کثیر ہیں، اور شیعے جن کا سواد اعظم ہے، پہلے حنفیوں اور شافعیوں میں اتحاد تھا اس لئے وہاں شیعوں اور سنیوں میں منافرت پیدا ہوئی اور یہ تعصب اس حد تک ترقی کر گیا کہ دونوں فرقوں میں جنگ شروع ہوگئی جس کا خاتمہ شیعوں کے خاتمہ کے ساتھ ہوا، جب شیعے باقی نہ رہے تو پھر حنفیوں اور شافعیوں میں چھڑ گئی، شوافع کی کافی تعداد کے مقتول ہونے کے باوجود انھیں کو غلبہ حاصل ہوا، اور حنفی بھی ایک ایک کرکے ختم ہوگئے، اب رے میں شیعوں اور حنفیوں کے محلے ویران پڑے ہیں صرف شافعیوں کا ایک چھوٹا سا محلہ باقی ہے کیونکہ ابتدا سے ان کی تعداد کم تھی، لیکن درحقیقت رے سے مذہب شیعی اور حنفی بالکل فنا نہ ہوسکے کیونکہ لوگ مخفی طور پر شیعی اور حنفی عقائد رکھتے ہیں، "پھر اسی سلسلہ بیان میں کہتا ہے "سادہ کے تمام باشندے جو رے اور ہمدان کے وسط میں آباد تھے، شافعی المذہب تھے، اور سادہ کے قریب ہی ایک شہر آوہ آباد تھا، جس کے تمام باشندے

شیعہ امامیہ تھے، ان دونوں مختلف العقائد شہروں کے متصل ہونے کی وجہ سے دونوں میں مذہبی مناقشات جاری رہتے تھے،"

کامل ابن اثیر حوادث ۵۹۵ھ میں ہے "اسی سال غیاث الدین صاحب غزنہ اور بعض بادشاہان خراسان مذہب کرامیہ[1] کی تقلید ترک کرکے شافعی المذہب ہوگئے، اور اس کا سبب یہ تھا کہ غیاث الدین کی مصاحبت میں ایک شخص فخر مبارک شاہ نامی تھا، جو زبان فارسی میں شاعری کرنے کے علاوہ دیگر علوم میں بھی دستگاہ رکھتا تھا، اس نے شیخ وجیہ الدین ابوالفتح محمد بن محمود المروزی الفقیہ الشافعی کو غیاث الدین کی خدمت میں پیش کیا جنھوں نے انکے سامنے مذہب شافعی کے محاسن بیان کرکے مذہب کرامیہ کے نقائص ظاہر کئے جس سے متاثر ہوکر انھوں نے مذہب شافعی کو قبول کرلیا، پھر شوافع کے لئے مدارس قائم کئے، اور غزنہ میں ان کے لئے ایک مسجد بھی تعمیر کی، اور شوافع کے ساتھ خاص مراعات سے پیش آنے لگا جب کرامیوں نے یہ حالات دیکھے تو انھوں نے شیخ وجیہ الدین کے ساتھ بدسلوکی کرنی چاہی، لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے اور غیاث الدین کے شافعی مذہب قبول کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے، کہ جب غیاث الدین اور اس کے بھائی شہاب الدین خراسان پر قابض ہوئے تو وہاں ان دونوں سے

[1] یہ مذہب محمد بن کرام سجستانی متوفی ۲۵۵ھ کی طرف منسوب ہے، لفظ "کرام" کے تلفظ میں اختلاف ہے، بعض لوگ "کیرام"، بعض "کرّام" اور بعض لوگ "کرَام" کہتے ہیں، محمد بن کرام مذاہب علم کلام میں سے ایک مذہب کے بانی ہیں، لیکن مقریزی نے اپنی خطط میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مسائل فقہ میں سے بعض مسائل میں بھی منفرد ہوئے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ مسافر کیلئے صلوۃ خوف میں صرف دو تکبیریں کافی ہیں، اسی طرح انکے نزدیک ایک نجاست آلود کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو ہوجائیگی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عبادتیں بغیر نیت کے بھی درست ہیں کیونکہ صرف اسلام کی نیت یعنی مسلمان ہونا کافی ہے اور اسی قسم کے اور دیگر مسائل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فقہ میں بھی صاحب مذہب تھے، اور اسی علم کے بعد ابن اثیر کی یہ عبارت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ "غیاث الدین نے مذہب کرامیہ چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرلیا"

کہا گیا کہ لوگ مذہب کرامیہ کو بالعموم اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے اس لئے بہتر ہے کہ اس مذہب کو ترک کر دیا جائے، چنانچہ اسی بنا پر اُنھوں نے شافعی مذہب قبول کر لیا، لیکن شہاب الدین کے متعلق ایک دوسری روایت یہ موجود ہے کہ وہ شافعی المذہب تھا، خدا جانے واقعہ کیا ہے؟

جیسا کہ بیان کیا جا چکا بغداد پر مذہب حنفی چھایا ہوا تھا، پھر شافعی مذہب نے ظہور پذیر ہو کر دیکھا، ان سے مزاحمت کی، لیکن ان کی تعداد غالب رہی، اور باوجودیکہ حکومت کا مذہب حنفی تھا لیکن بعض خلفاء مذہب شافعی کی تقلید کرتے تھے، چنانچہ ان میں متوکل سب سے پہلا خلیفہ ہے، جس نے مذہب شافعی کی پیروی کی[1]، بغداد میں مذہب شافعی کے قدم جمانے والوں میں حسن بن محمد زعفرانی بھی ہیں جو امام شافعی کے قدیم رواۃ میں ہیں، سنہ ۲۶۰ھ میں انتقال ہوا، سخاوی الاعلان بالتوبیخ میں لکھتا ہے:- سنہ ۲۰۲ھ میں ربیع بن سلیمان حج کے لئے گئے، مکہ میں ابو علی حسن بن محمد زعفرانی سے ملاقات ہوئی، ان دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کرنے میں پیش قدمی کی، پھر ربیع نے کہا "ابو علی! تم مشرق میں ہو، اور میں مغرب میں جہاں ہم دونوں اس علم یعنی مذہب شافعی کی اشاعت کر رہے ہیں، "مغرب" ربیع کا مقصود مصر ہے، کہ وہ بغداد کے لحاظ سے جانب مغرب میں پڑتا ہے، سبکی کی طبقات میں ہے، ابو عقامہ ہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تہامہ میں مذہب شافعی کی اشاعت کی،

مصر اور تمام بلادِ مشرق میں مذہب شافعی کی اشاعت کی یہی تاریخ ہے، لیکن مغرب میں مالکیوں کے غلبہ کی وجہ سے اس مذہب کے قدم نہ جم سکے، چنانچہ مقدسی احسن التقاسیم میں یہاں تک لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں تمام بلادِ مغرب سے حدودِ مصر تک مذہب مالکی چھایا ہوا تھا، ایک آدھ مرتبہ یہ بھی اتفاق پڑا کہ باشندگانِ مغرب کے سامنے فقہ کے کسی مسئلہ کے سلسلہ میں امام شافعی

[1] محاضرۃ الاوائل،

کا نام آگیا، اس پر بعض مغربی متعجب ہو کر دریافت کرنے لگے، "یہ شافعی کون ہیں؟ مشرق میں تو امام ابو حنیفہ ہیں، اور ہمارے مغرب میں مالک، پھر کہتا ہے:- "میں نے مالکیوں کو امام شافعی سے نہایت بغض رکھتے ہوئے دیکھا، امام شافعی پر ان کا سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ انھوں نے امام مالک سے پہلے علم حاصل کیا، اور پھر انھیں کی مخالفت کی،" پھر قیروان کے متعلق کہتا ہے، "کہ وہاں حنفی اور شافعی دونوں ہیں اور دونوں میں غایت درجہ ارتباط قائم ہے، کسی قسم کے جہل و تعصب کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی،" پھر اندلس کے متعلق لکھتا ہے، "وہاں مالکیوں کے علاوہ کوئی کسی دوسرے مذہب کا پیرو موجود نہیں، اگر کوئی شخص اپنا مذہب حنفی یا شافعی ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہے تو فوراً جلاوطن کر دیا جاتا ہے،" ابن اثیر کی کامل میں ہے کہ:- یعقوب بن یوسف بن عبد المومن صاحب مغرب و اندلس، مذہب ظاہریہ کے اعلان کے بعد اپنی آخر عمر میں مذہب شافعی کی طرف مائل ہو گیا تھا اور بعض شہروں کے منصب قضاء کو بھی ان کے سپرد کر دینا چاہتا تھا،

مذہب شافعی اور مذاہب متکلمین،

شوافع عقائد میں ابو الحسن اشعری کے متبع ہیں، تاج سبکی طبقات میں لکھتا ہے کہ:- شافعی زیادہ تر اشعری ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو تجسیم یا اعتزال کی طرف مائل ہوتے ہیں،

ارتقائے ادب فارسی، عہد اکبر میں،

از

مولوی ضیاء احمد صاحب ایم-اے،

ہمارے دوست نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، وہ مستشرقینِ یورپ کی امداد و توجہ سے ہنوز بے نیاز ہے، اس لئے موصوف کو اس موضوع کی تلاش میں پوری زحمت اٹھانی پڑی ہے، اور بڑی کوششوں سے یہ مواد یکجا کیا ہے اور بنابریں وہ فارسی ادب کے شائقین کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، (معارف)

ہندوستان کی سرزمین دنیا میں نہایت زرخیز مانی گئی ہے، یہی کلیہ علم و ادب کے بارے میں بھی پورا اترتا ہے، ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن اور ادب و فلسفہ میں اہل ہند کے نمایاں اور حیرت انگیز کارنامے ابتک تاریخ باستان کے طالب کے لئے ایک دلکش موضوع ہیں، لیکن اس صحبت میں ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلامی ادبیات پر جو ہندوستان میں مغلوں کے ابتدائی عہد میں نشو و نما پاکر برگ و بار لائے، بحث کریں اور ان کے اسبابِ ارتقا اور نتائج مابعد پر حتی الوسع روشنی ڈالیں،[1]

[1] اس مضمون میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے،
تاریخ۔ اکبر نامہ و آئین اکبری مصنفہ ابو الفضل علامی، منتخب التواریخ ملا عبد القادر بدایونی، طبقات اکبری، خواجہ نظام الدین احمد بخشی، تاریخ فرشتہ، مآثر رحیمی، مولفہ ملا عبد الباقی نہاوندی، ہفت اقلیم امین احمد رازی، دربار اکبری شمس العلما آزاد دہلوی، تاریخ اکبر مرتبہ ونسنٹ اسمتھ،
تذکرہ و تنقید۔ آئین اکبری، منتخب التواریخ حصہ سوم، مآثر الامراء مولفہ شہباز خاں، آتشکدہ آذر، مآثر الکرام، و خزانہ عامرہ مصنفہ آزاد بلگرامی، شعر العجم علامہ شبلی نعمانی، سخندانِ فارس آزاد دہلوی، لٹریری ہسٹری آف پرشیا (براؤن)،
کلام نظم و نثر۔ قصائد و دیوان عرفی، مثنوی عرفی، کلیات نظیری، کلیات فیضی، نل دمن، مرکز ادوار، دفتر و رقعات علامی وغیرہ۔ تصانیف البدایونی،

محمود غزنوی (۹۹۳-۱۰۳۰ء) اور محمد غوری (۱۱۷۵-۱۲۰۶ء) کے حملوں کے بعد شمالی ہند میں فتوحات کا سیلاب اُتر جاتا ہے، اور استحکام و انتظام سلطنت کا دور شروع ہوتا ہے، دہلی کے پٹھان[1] سلاطین قابل اور زبردست فرماں روا ہونے کے ساتھ ہی علم و فن کے قدر داں اور اہل کمال کے پایہ شناس تھے، ان میں اکثر خود صاحبِ فضل اور فضلا کے حامی و سرپرست تھے، یہی وجہ تھی کہ دنیائے اسلام کے ہر گوشہ سے اربابِ کمال اُمڈے چلے آتے تھے، اور دربار دہلی سے اپنے کمال کی داد پاتے تھے، ان غریب الوطن اساطینِ علم و فضل میں زیادہ نامور یہ لوگ ہیں،

عوفی یزدی جس کا تذکرہ لباب الالباب اس وقت تک قدیم ترین اور بہترین مانا جاتا ہے، یہ کتاب عوفی نے ناصر الدین قباچہ فرماں روائے سندھ کے وزیر کو ۶۱۷ھ (مطابق ۱۲۲۱ء) میں پیش کی تھی،

حکیم روحانی سمرقندی، جس نے اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر شمس الدین التمش (۱۲۱۱-۱۲۳۶ء) کی ملازمت اختیار کی،

قاضی منہاج سراج بلخی جنھوں نے اپنی مشہور تصنیف طبقات ناصری، ۱۲۵۲ء میں سلطان ناصر الدین محمود کی خدمت میں نذر گزرانی،

شیخ حمید الدین سبزواری گنوری، جو سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) کے علم دوست فرزند سلطان محمد شہید والی ملتان کے دربار میں خاص اعزاز و امتیاز رکھتے تھے، اور جنھوں نے اپنے بھائی شیخ مصلح الدین سعدی کی تصانیف سے ہندوستان کو سب سے پہلے روشناس کیا،

بدر الدین (بدر چاچ) یہ ترکستان کے علاقہ چاچ کے باشندے اور سلطان محمد تغلق (۱۳۲۵-...) کے شاعر دربار تھے،

[1] مغلوں سے پہلے ہندوستان میں جو مسلمان بادشاہ ہوئے وہ عموماً پٹھان کہے جاتے ہیں، اگرچہ انمیں سید مغل پٹھان سب ہی شامل ہیں

اُدھر دکن میں سلطنت بہمنی (۱۳۴۷ء - ۱۵۲۶ء) علم و فن کی اشاعت میں مصروف تھی اور زر و سیم کا مینہ برسا رہی تھی، دکن کے دربار میں اہل کمال کا جو مجمع پایا جاتا ہے، اس میں شیخ آذری اسفرائنی اور شہیدی قمی کے نام زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں، ان ایرانی یا تورانی پناہ گزینوں کے علاوہ جنھوں نے تلاش معاش میں وطن عزیز کو چھوڑ کر ملک ہند کا رخ کیا اور بالآخر دامن مدعا گوہر مقصود سے بھر لیا، خود خاک ہند میں چند ایسے جوہر قابل پیدا ہوئے جنکی چمک نے دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا، اس گروہ میں حضرت امیر خسرو دہلوی (۱۲۵۳ - ۱۳۲۵ء) جن کا نظیر دہلی اتنی گردشوں کے بعد بھی پیدا نہ کر سکی، ان کے رفیق حسن دہلوی، ضیاء الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی، شیخ جمال کمبوہ، اور مظہر گجراتی علم و فضل کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر درخشاں ہوئے، اور جب تک ہندوستان اور اسکی تاریخ زندہ ہے یہ نام زریں حروف میں ثبت رہیں گے،

اگرچہ اس بحث کا موضوع عہد اکبری کا لٹریچر ہے، تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیر خسرو کے علمی کارناموں پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے، جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ زمانہ مابعد کے ادب پر اس کا کیا اثر ہوا،

امیر خسرو جن کو نہ صرف پٹھان سلطنت بلکہ اسلامی ہند کا سب سے گراں مایہ ادیب تسلیم کیا گیا ہے، ۱۲۵۳ء میں پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے، اور ۱۳۲۵ء میں سفر آخرت کیا،

امیر خسرو کو متفقہ طور پر ہندوستان کا سب سے بڑا فارسی شاعر مانا گیا ہے، حتیٰ کہ شعرائے عجم جو ہندوستانیوں کی برتری تو کجا برابری بھی تسلیم کرنے میں تعصب کو دخل دیتے ہیں امیر کی فضیلت اور ناموری کے سامنے سر نیاز خم کرنا فخر سمجھتے ہیں،

مولانا جامی نے بجا طور پر یہ فیصلہ صادر کیا ہے، کہ خسرو کے سوا نظامی کے خمسہ کا جواب کسی سے نہیں ہوا،

خسرو کی جامعیت فن کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ رزمیہ، عشقیہ، اخلاقی، صوفیانہ، غرض کوئی صنف و موضوع نظم و نثر ایسا نہیں جس میں انھوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور داد کمال نہ دی ہو، متعدد تصانیف ان کی یادگار ہیں، اور خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، کہا جاتا ہے کہ خسرو کے اشعار کی تعداد تین لاکھ تک پہونچتی ہے، مگر یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا،

امیر خسرو کو اس کا اعتراف ہے کہ میں غزل میں سعدی کا، مثنوی میں نظامی کا، قصائد میں کمال کا اور پند و مواعظ میں سنائی و خاقانی کا پیرو ہوں، اس کے باوجود ان کے کلام میں ایسی ندرت اور دلکشی ہے، جو دوسروں کے یہاں نہیں پائی جاتی، ان کی جدت تشبیہات، اور ندرت اسلوب محتاج بیان نہیں، اس پر مستزاد ان کی قوت بیان، علوئے تخیل، زور کلام، قدرت الفاظ، سلاست ادا اور سلامت ذوق نے ان کی شہرت کو رہتی دنیا تک غیر فانی بنا دیا ہے، لیکن ایک تنقید نگار کمال ادب کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ ان کے کلام میں وہ جوش و سرمستی جو ایران کے صوفی شعرا کا خاصہ ہے نظر نہیں آتی اور ان کی تصانیف (خصوصاً نثر) عربی جملوں اور صنائع و بدائع کی پابندیوں سے جو اس عہد کے اہل علم کا شعار تھیں، اس قدر مملو ہیں کہ بعض وقت آدمی گھبرا جاتا ہے، علاوہ بریں اور بھی چند نامور علما، اور شعرا گذرے ہیں جنمیں سے بعض کا نام اوپر لیا جا چکا، لیکن ان میں سے کسی کو وہ قبول عام اور شہرت دوام نصیب نہ ہوئی، جو امیر خسرو کو ہوئی،

خسرو کی وفات سے تقریباً ۷۰ برس کے بعد امیر تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا، تیمور کی فتوحات کے بادل دہلی کی فضا میں گرجے اور آناً فاناً برس کر کھل گئے، مگر جدھر نظر اٹھتی تھی تباہی اور بربادی کے آثار نظر آتے تھے،

نصف دنیائے معلومہ کو تسخیر کرکے ۱۴۰۵ء میں یہ خونریز فاتح بھی اجل کا شکار ہو گیا، تیمور کے حملہ کے بعد ہندوستان کی تاریخ بدانتظامی اور

بے امنی کی تاریخ کہی جاسکتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں علمی اور ادبی کارناموں کی تلاش ناکامی سے دوچار ہو جاتی ہے، ینقلب الیک البصر خاسئًا وھو حسیر،

تقریباً ایک صدی تک یہی صورت حال قائم رہی یہاں تک کہ بابر نے جو امیر تیمور کی پانچویں پشت میں تھا ۱۵۲۶ء میں ہندوستان پر حملہ کیا، اور سلطنت دہلی کو شکست دیکر حکومت مغلیہ کی بنیاد ڈالی،

عہد تیموریہ،

تیمور کا دور بلاشبہ قتل و ہلاکت کا دور تھا، اس کے حملوں کا طوفان آندھی کی طرح ترکستان سے اٹھا، اور بے شمار خلق خدا کی متاع عافیت کو اپنے ساتھ بہا لے گیا، ظاہر ہے کہ اس بے اطمینانی میں علم و فن کی ترقی کا خیال کسے سوجھتا، مگر بایں ہمہ تیمور کی عہد حکومت میں بعض خوبیاں بھی تھیں، تاریخ شاہد ہے کہ یہ جنگجو فاتح اور اس کے جانشین علم کے قدردان اور علما کے سرپرست تھے،

اس خاندان کا سب سے آخری بادشاہ سلطان حسین مرزا اور اس کا روشن خیال وزیر علی شیر دمربی جامی خود صاحب علم ہونیکے ساتھ، اہل علم کی سرپرستی اور تربیت اپنا فرض اولین سمجھتے تھے اسی کا اثر تھا، کہ بقول علامہ شبلی نعمانی آگے چل کر صفوی اور اکبری دور میں شعر و سخن کے چشمے ابل پڑے،

چونکہ تیموریہ عجم کے کارنامے ہمارے مبحث سے خارج ہیں، اس لئے ان کو چھوڑ کر ہم تیموریہ ہند کے حالات پر اقتصار کریں گے،

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا بابر نے ۱۵۲۶ء میں ہندوستان پر چڑھائی کی اور فتح کر کے دہلی و آگرہ کی بادشاہی کی عنان اپنے ہاتھ میں لی، لیکن وہ اپنے لگائے ہوئے باغ کی بہار دیکھنے

لہ اگرچہ ایک آدھ بادشاہ اس زمانہ میں بھی زبردست اور منتظم گذرے مگر اصل یہ ہے کہ "درخت اقبال کی جڑ کو دیمک لگ چکی تھی"

کو عرصہ تک زندہ نہ رہا اور آخر ۱۵۳۰ء میں راہی عدم ہوا، اس کی وفات پر ہمایوں تخت نشین ہوا تخت پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ افغانوں نے اپنے قابل اور زبردست سردار شیر خاں کی سرکردگی میں سر اٹھایا اور بالآخر ۱۵۴۰ء میں ہمایوں کو جان لیکر ایران بھاگنا پڑا، پندرہ برس خانہ بدوشی اور تباہ حالی کی زندگی بسر کر کے ۱۵۵۵ء میں غریب نے پھر تاج و تخت حاصل کیا، لیکن اجل گھات میں تھی، اور چند روز گذرے ہوں گے کہ اچانک کوٹھے سے پھسل کر جان بحق تسلیم ہوا،

اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا اکبر اعظم اریکہ آرائے سلطنت ہوا، اکبر کی مدت حکومت (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء جو نصف صدی ہوتی ہے) تاریخ میں عالمگیر فتوحات اور وسیع انتظامات کیلئے خاص طور پر ممتاز ہے، وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک تھا جس کی حدود ایک طرف کابل سے بنگالہ تک اور دوسری طرف کشمیر سے احمد نگر تک منتہی ہوتی تھیں، ہر طرف امن و اقبال کا دور دورہ تھا، اور لوگوں کے طرز ماند و بود میں عیش پسندی داخل ہو گئی تھی، یہی سبب تھا، کہ ملک میں فنون لطیفہ کی گھر گھر قدر ہونے لگی اور شعر و سخن کے چرچے سے محفلیں گونجنے لگیں، یوں سمجھو کہ ہندوستان میں ادبیات فارسی کی پیداوار کے لئے کوئی موسم اتنا موافق ثابت نہ ہوا جتنا کہ یہ زمانہ جو ہمارا مابہ البحث ہے،

یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم تفصیل کے ساتھ اس دور ادب کی (جس کو پروفیسر ایتھ ETHE کے شاعرانہ الفاظ میں ادب فارسی کی "ہندی فصل بہار" کہنا زیبا ہے) خصوصیات پر نظر ڈالیں، مگر پیشتر یہ اندازہ کرنا مناسب ہو گا کہ اس دور میں فارسی نظم و نثر کی وسعت کس حد تک پہونچ گئی تھی،

ونسنٹ اسمتھ نے اس عہد کے لٹریچر کو پانچ عنوانوں میں تقسیم کیا ہے،

(۱) تراجم، جو اس زمانہ میں کم پسند کئے جاتے تھے، اور جنکی ادبی محاسن کی نسبت صحیح رائے

قائم کرنا دشوار ہے،

(۲) تواریخ، یہ محض واقعات کا مجموعہ ہیں، اور ادبی اعتبارات اعلیٰ پایہ نہیں رکھتیں،

(۳) خطوط (۴) کلام نظم، (۵) کتب مذہبی، (۶) فنی تصانیف،

ذیل میں ہم مختلف ذرائع سے ان چند مشہور کتابوں کی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو اکبر کے عہد میں یا اس کی سرپرستی میں تصنیف یا ترجمہ کی گئیں،

مذہب و اخلاق

نام کتاب	مصنف یا مترجم	زمانہ تصنیف یا ترجمہ
سواطع الالہام (تفسیر بے نقط)	فیضی	سنہ ۱۰۰۲ھ
کتاب الاحادیث،	ملا عبد القادر البدایونی	سنہ ۹۸۶ھ یہ کتاب سنہ ۹۸۶ھ میں پیشکش کی
نجات الرشید، (اخلاق)	″	سنہ ۹۹۹ھ
موارد الکلم، (اخلاق)	فیضی	سنہ ۱۰۰۲ھ
اتھرب بید (از سنسکرت)،	بدایونی، فیضی، حاجی ابراہیم سرہندی	سنہ ۹۸۳ھ
بھگوت گیتا (از سنسکرت)	فیضی	
مرکز ادوار (تصوف)	″	

تاریخ و سوانح،

نام کتاب	مصنف یا مترجم	زمانہ تصنیف یا ترجمہ
تاریخ الفی	ملا احمد، ملا بدایونی وغیرہ	سنہ ۹۹۰ھ
تزک بابری (از ترکی)،	عبد الرحیم خانخاناں	سنہ ۹۹۷ھ
ہمایوں نامہ	گلبدن بیگم	سنہ ھ
تاریخ کشمیر	بدایونی	سنہ ۹۹۹ھ

نام کتاب	مصنف	زمانہ تصنیف
طبقات اکبری	خواجہ نظام الدین بخشی	سنہ ۱۰۰۱ھ
منتخب التواریخ	بدایونی	سنہ ۱۰۰۴ھ
آئین اکبری	ابو الفضل	سنہ ۱۰۰۷ھ
اکبر نامہ	″	سنہ ۱۰۱۰ھ
اکبر نامہ	فیضی سرہندی،	سنہ ھ
رامائن (از سنسکرت)،	بدایونی وغیرہ،	سنہ ۹۹۳ھ
مہابھارت (از سنسکرت)	″	سنہ ۱۰۰۰ھ
ہری بنس (ہندی)	ملا شیری	سنہ ھ

افسانہ،

نام کتاب	مصنف	زمانہ تصنیف
نامۂ خرد افزا (از ہندی) (ترجمہ سنگھاسن بتیسی)	بدایونی،	سنہ ۹۸۲ھ
عیار دانش (از سنسکرت)	ابو الفضل	سنہ ۹۹۶ھ
نل دمن (از ہندی)	فیضی،	سنہ ۱۰۰۳ھ
بحر الاسمار	بدایونی	سنہ ۱۰۰۴ھ

فلسفہ و حکمت وغیرہ

نام کتاب	مصنف	زمانہ تصنیف
فتاحی،	حکیم ابو الفتح گیلانی	.
قیاسیہ،	″	.
ثمرۃ الفلاسفہ (از یونانی)	عبد الستار بن قاسم	سنہ ۱۰۱۱ھ
لیلاوتی (از سنسکرت) در فن حساب	فیضی	سنہ ۱۰۰۳ھ

نام کتاب	مصنف	زمانہ تصنیف
تاجک (از سنسکرت) (در فن ہیئت)	مکمل خان گجراتی	۔
مثنوی (در علم جوتش)	عبدالرحیم خانخاناں	
حیوٰۃ الحیوان (از عربی) (در علم الحیوان)	شیخ مبارک،	سنہ ۹۸۳ھ
معجم البلدان (از عربی) (در جغرافیہ)	علمائے متعدد	سنہ ۹۹۶ھ
	انشا و لغت،	
انشاء فیضی	فیضی	۔
انشاء ابو الفضل	ابو الفضل	۔
جامع اللغات	؍؍	۔
چار باغ	حکیم ابو الفتح،	۔

فہرست بالا سے جو کسی طرح جامع[1] نہیں کہی جا سکتی یہ صاف ظاہر ہوتا ہے، کہ اکبر کا علمی مذاق کس قدر بڑھا ہوا تھا، یہ تصانیف یا تراجم جو بیشتر فارسی میں لکھے گئے تھے، سب اکبر کے عہد یا سرپرستی میں تکمیل کو پہونچے، اس فہرست میں اور بجز کتابوں کے علاوہ سنسکرت، ہندی، عربی، ترکی، یونانی زبانوں سے جو ترجمے ہوئے وہ بھی شامل ہیں، مباحث کے تنوع کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تاریخ، سیرت، افسانہ، ریاضی، طبیعیات، نجوم، فلسفہ، تصوف، اخلاق، طب، جغرافیہ، بدیع وغیرہ سب ہی پر اہل علم سے کتابیں لکھوائی گئیں، اور علم دوست بادشاہ نے ہر طرح سے ان کی قدر افزائی کی،

---

[1] زیادہ تر ان کتابوں کے نام درج کرنے پر اکتفا کی گئی ہے جو مشہور ہیں، اور دستیاب ہوتی ہیں ورنہ صرف فیضی ہی کی تصانیف کی تعداد ۱۰۱ بتائی جاتی ہے،

یہاں ان بے شمار دیوانوں اور مثنویوں کا احصا کرنا جو اس دور میں لکھی گئیں طوالت سے خالی نہیں، ان میں سے بعض کا ذکر اور نمونہ آگے چل کر ملے گا، نیز ہم ان خالص مذہبی یا علمی تصانیف کو جو عموماً درباری اثرات سے علٰحدہ رہکر ترتیب دی گئیں، اس موقع پر نظر انداز کرنا مناسب سمجھتے ہیں، مثلاً مدارج النبوۃ، جذب القلوب، اخبار الاخیار، مطلع الانوار، وغیرہ مصنفہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، یا شمائل نبوی، و تنزیہ الانبیاء از تصنیفات ملا عبد اللہ سلطانپوری (مخدوم الملک)، یا مصنفات میر فتح اللہ شیرازی و قاضی نور اللہ شوستری وغیرہم،

اس موقع پر پہونچ کر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ علمی انجمن جس نے دفعۃً دربار اکبری کو جگمگا دیا اور "مغل اعظم" کے نام کو چمکا دیا، کن درخشاں ستاروں پر مشتمل تھی، درحقیقت اسی عہد کی تحریک تھی جو جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانہ میں ادبی کارناموں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی یہاں تک کہ زہد کیش اور تقشف پسند عالمگیرؒ نے ان تمام مشاغل کا یکبارگی سدباب کر دیا،

اس امر میں ابو الفضل کی شہادت غالباً سب سے مستند اور قابل اعتبار ہے، اس نے آئین اکبری میں اپنے زمانہ کے علما کو پانچ گروہوں میں تقسیم کیا ہے،

(۱) "خدیو نشائتین"، مثلاً شیخ مبارک ناگوری، شیخ نظام نارنولی وغیرہما، اس عنوان میں اکیس نام گنائے ہیں جنہیں ہندو مسلمان دونوں ہیں،

(۲) "خداوند باطن"، اس کے تحت میں پندرہ نام آتے ہیں، جیسے شیخ امان اللہ، رام بھدر وغیرہما،

(۳) "دانندۂ معقول و منقول"، مثلاً میر فتح اللہ شیرازی، میر مرتضیٰ، و امثالہما کل بارہ ہیں،

(۴) "شناسائے عقلی کلام"، اس عنوان کے تحت میں بائیس اہل علم گنائے ہیں، جیسے

مولینا پیر محمد، مولانا عبد الباقی، کشن پنڈت، بھٹا چارج،

(۵) "خوانائے نقلی مقال"، مثل شیخ احمد، ملا عبد القادر، میاں خاتم سنبھلی، مخدوم الملک شیخ عبد النبی، میر سید محمد میر عدل، بجے سین سور، بھان چند، (کل ۴۲ ہیں)

یہ تو علما اور فقرا کی فہرست تھی، اب رہے شعرا جن کو ابو الفضل قافیہ سنج کے نام سے یاد کرتا ہے، ان کی تعداد سینکڑوں تک پہونچی ہے،

ابو الفضل کے بیان کے مطابق شعرائے دربار میں سے جو "منتخب" تھے ان کی تعداد ۵۹ ہے، آئین میں ان کا مختصر حال اور نمونۂ کلام دیا گیا ہے، پندرہ سولہ شعرا ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنے قصائد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے تھے مگر خود حاضریِ دربار سے محروم رہے، ایسے لوگوں میں ظہوری ترشیزی اور ملک قمی کے نام زیادہ مشہور ہیں،

صاحب طبقات اکبری (خواجہ نظام الدین احمد) نے عہد اکبری کے علما اور حکما کی تعداد تقریباً ستو اور شعرا کی اکیاسی بتائی ہے، لیکن ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب کی تیسری جلد[1] میں ۶۹ علما اور ۱۶۷ شعرا کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے اکثر ممالک غیر کے رہنے والے تھے اور بادشاہ یا امرار کی فیاضی کی بدولت چین کرتے تھے،

غور کرو اکبر کا دربار کیا تھا، ایک اچھی خاصی اکاڈمی (بیت العلم) تھا جس میں ہر فن کے ماہر سب طرف سے سمٹ کر جمع ہو گئے تھے، جب تک فنِ تاریخ دنیا میں موجود ہے، کوئی مؤرخ اسلامی ہند کے ان نامور باکمالوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا، کیا یہ ممکن ہے کہ زمانہ کی گردش سے شیخ مبارک ناگوری جیسے متبحر عالم یا اس کے نامور فرزندوں فیضی اور ابو الفضل

[1] صاحب منتخب نے فقرا (۳۸) اور حکما (۱۵) کا تذکرہ بھی کیا ہے، مگر ہم نے خارج از موضوع سمجھ کر قصداً نظر انداز کر دیا،

کے کارنامے شیخ عبد الحق محدث رئیس اہل سنت کی تصانیف، شیخ یعقوب کشمیری جیسے امامِ تفسیر و حدیث و تلمیذ شیخ ابن حجر مکی، کی تحریرات، یا مشہور فلسفی میر فتح اللہ شیرازی اور زبردست متکلم قاضی نظام بدخشی اور شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المؤمنین وغیرہم کی تصنیفات صفحۂ تاریخ سے محو ہو جائیں یا مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطان پوری، صدر الصدور شیخ عبد النبی، سید محمد میر عدل، اور ملا عبد القادر بدایونی جیسے اساطینِ فضل و کمال کی یاد دلوں سے مٹ جائے، انھیں بھی جانے دو کیا یہ قرین قیاس ہے، کہ زمانہ فیضی، غزالی، عرفی، نظیری، ثنائی، شیری، میلی کی ترانہ ریزیاں اور خوش نوائیاں جنھوں نے دہلی اور آگرہ کے گلزاروں کو گلستانِ شیراز و اصفہاں کا جواب بنا دیا تھا، یکسر بھول جائیگا؟

تلک آثارنا تدل علینا　　　فانظروا بعدنا الی الآثار،

اس جگہ اکبری دورِ ادب کی خصوصیات پر بحث کرنے سے قبل ہم تھوڑی دیر ٹھہر کر یہ اور دکھانا چاہتے ہیں کہ ادبی مشاغل کی اس فراوانی کے اسباب کیا تھے، اور کیا وجہ تھی کہ تمام ایران سمٹ کر آگرہ میں آگیا تھا، ظاہر ہے کہ ادبی مسائل آسانی سے طبعی واقعات کی طرح علت و معلول کے شکنجہ میں نہیں کسے جا سکتے، تاہم غور و استقصاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں فارسی ادب کے ارتقا کے حسب ذیل اسباب ہو سکتے ہیں،

(۱) ہندوستان کی سرزمین ہمیشہ علم و ہنر کے لئے موافق ثابت ہوئی ہے، ملک کی فضا مشاغل ادبی کے واسطے پہلے سے آمادہ تھی، یہی وجہ تھی کہ عہد مغلیہ میں علم و ادب نے ملک کی ہوا کے رخ پر نہایت سرعت سے ترقی کی، تازہ گوئی جس پر ہم آگے چل کر تفصیلی بحث کرینگے ہندوستان کی زمین میں ہی پہلے پیدا ہوئی اور برگ و بار لائی، یہاں تک کہ اس دور کی شاعری کو فارسی لٹریچر کی فصل بہار کہنے لگے،

(۲) امن عام اور اطمینان نے تعیش، اور تعیش نے فنون لطیفہ کے ذوق کو دوبالا کیا، اسی وجہ سے اس زمانہ میں شعر اور شعرا کی فراوانی نظر آتی ہے،

(۳) بادشاہ اور درباری امرا اہل کمال کی نہایت قدر دانی اور عزت کرتے تھے، انھوں نے غریب الوطن حکما اور شعرا کو اپنے دامن دولت میں پناہ دی اور اپنے دربار میں عہد کے بہترین ارباب فضل کو ہر طرف سے سمیٹ کر جمع کر لیا، ہر شخص جانتا ہے کہ ایشیا میں علم و ادب حکومت کے سایہ میں بڑھتے ہیں، ہندوستان میں بھی لازماً یہی ہوا، سلطنت نے کمال والوں کی سرپرستی کی اور ان کو اطمینان سے بیٹھ کر اپنے کمال کی ترقی کا موقع ملا، خزانہ عامرہ اس قسم کی فیاضیوں اور بیدریغ بخشیوں کی داستانوں سے بھرا ہے، اکثر موقعوں پر سلاطین اور امرا نے قصیدہ گویوں کا منہ جواہرات سے بھر دیا ہے، یا سونے سے تلوا دیا ہے، انھیں عطا پاشیوں نے اکبر اور اس کے امرا کے درباروں کو شعرا کی نغمہ سنجیوں سے چمن بنا دیا تھا،

واضح رہے کہ دوسری طرف مغلوں کی حریف سلطنت صفویہ ایران میں اشاعت علم اور سرپرستی علمار میں ہمہ تن مصروف تھی، ملوک اور امرا اس باب میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے، اور اس طریقہ سے علم و فن کی نشر و اشاعت روز بروز ترقی پذیر ہوتی تھی، بعض مصنفین کی رائے ہے کہ چونکہ شاہانِ صفوی خود ذی علم اور علم کے قدر دان تھے، اور اس زمانہ میں امن و تہذیب کا دور دورہ تھا، اس لئے لٹریچر (خصوصاً فن شعر) قدرۃً معراج کمال پر پہونچ گیا، اگرچہ ہمیں نہایت ادب کیساتھ یہ عرض کرنا ہے کہ صفوی عہد کو کسی طرح لائٹ لٹریچر کی ترقی کا عہد نہیں کہہ سکتے، اصل یہ ہے کہ اس دور کا کوئی شاعر حتی کہ شفائی بھی شہرت کمال یا حسن کلام کے اعتبار سے فیضی، عرفی یا صائب کی ہمسری نہیں کر سکتا،

صفوی اور مغل دور کی خصوصیات شاعری کا مطالعہ اور تقابل تو پھر کسی فرصت پر اٹھا

رکھنا چاہئے، مگر اس قدر دیکھنا ضروری ہے، کہ وہ کیا اسباب تھے، جنھوں نے صفوی لٹریچر پر اثر ڈالا، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، صفویوں کے زمانہ میں شاعری نے کوئی نمایاں ترقی نہیں کی، اس کا سبب یہ نہ تھا، کہ ملک کی ہوا میں شعر و سخن کی تربیت کی استعداد نہ تھی بلکہ اصلاً حکومت کی طرف سے بخشش کا ہاتھ کوتاہ اور فیاضی کا دروازہ بند تھا، سلاطین صفویہ کی ہمت تمامتر مذہب سلطنت (تشیع) کی ترویج اور ملاؤں کی اعانت میں مصروف تھی، علاوہ بریں ایک طرف تصوف اور اس کے لٹریچر سے ان کو مذہباً نفرت تھی، اور دوسری طرف قصیدے اور مدح سے بیزاری اس لئے سینکڑوں شعرا نا امید اور دل شکستہ ہو کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور داد اور صلہ کی طمع میں اکبر کے دربار کا رخ کیا،

(۴) اس کے ساتھ ہی سلاطین مغلیہ اور ان کے درباری بڑے نقاد فن تھے، اور وقتاً فوقتاً اعتراض و انتقاد سے کلام میں اصلاح دیتے رہتے تھے، عرفی و نظیری وغیرہما کی لطافت تخئیل اور جدت اسلوب اسی بجا نکتہ چینی کا نتیجہ ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے،

تیموریۂ عجم اور تیموریۂ ہند کا مذاق سلیم اور وجدان صحیح عالم آشکارا ہے، بابر اور ہمایوں خود خوش گو شاعر اور آتشی قندھاری اور خواجہ حسین مروزی، سید علی جدائی تبریزی وغیرہم کے سرپرست تھے، بابر نے اپنی بے نظیر یاد داشت (تزک بابری) میں کچھ شاعروں کے حالات اور اشعار دیئے ہیں، اور ان کے کلام پر اس قدر صحیح ریویو کیا ہے کہ بڑے سے بڑا ادیب کرتا تو ایسی ہی کرتا،

ہمایوں کا فرزند اکبر اگرچہ اُمی محض تھا، تاہم علم کا فطری ذوق لے کر آیا تھا، اس نے ایک مجلس[1] علمار قائم کی اور متعدد تراجم اور تصانیف لکھوائیں، مذاکرات علمی اور مباحثات

---

[1] اس دار التصنیف یا "مکتب" کا اہتمام مشہور علما و فضلا کو سپرد کیا گیا تھا، جنمیں شیخ فیضی، ملا بدایونی، نقیب خان، میر فتح اللہ، حکیم ہمام، حکیم علی، حاجی ابراہیم، نظام الدین، ملا شیری کے نام زیادہ مشہور ہیں،

مذہبی کی غرض سے اکبر نے عبادت خانہ کی بنیاد ڈالی جس میں فریقین کی دلائل وہ خود غور سے سنتا اور محاکمہ کرتا تھا، وہ جس مفید کتاب کا ذکر سن پاتا اس کو منگواتا اور پڑھوا کر سنتا،

تیموری سلاطین میں اکبر پہلا بادشاہ تھا جس نے ملک الشعراء کا عہدہ قائم کیا، اور اس عہدہ پر پہلے غزالی اور غزالی کی وفات کے بعد فیضی کا تقرر کیا،

بسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی

جیسا کہ اوپر گذرا اکبر کو قدرۃً علم کا مذاق اور شاعری کا ذوق تھا، وہ نکتہ رسی اور شعر فہمی کیساتھ شعر بھی کہتا تھا، اور خوب کہتا تھا، اس کے حسن طبیعت کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہو سکتا ہے، جو تاریخوں میں اس سے منسوب ہیں،

دوشینہ بکوے می فروشاں — پیمانہ می بہ زر خریدم

اکنوں زخمار سر گرانم — زر دادم و درد سر خریدم

من بنگ نمی خورم مے آرید (میبارید) — من چنگ نمی زنم نے آرید (نیبارید)

ابو الفضل نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ کے حضور میں یہ شعر پڑھا گیا،

مسیحا یار و خضرش ہمرکاب و دشمناں گو — فغانی آفتاب من بدیں اعزاز می آید

بادشاہ نے برجستہ فرمایا کہ آفتاب کے بدلے شہسوار ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا، سخن سنج جان سکتے ہیں کہ اس اصلاح نے شعر کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا، اکبر کے علاوہ[1] اس کے بیٹے سلیم اور مراد وغیرہ بھی نہایت نکتہ رس اور نکتہ شناس طبیعت لیکر آئے تھے اور ان کے دربار بھی ہمیشہ ارباب کمال سے معمور رہتے تھے، مگر سب سے بڑھکر امرائے اکبری نے اپنی بیدریغ بخشی

[1] اسی دور میں دکن بھی اس شعبہ میں فیاضیاں دکھا رہا تھا، چنانچہ بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ (ممدوح ظہوری و ملک قمی) اور برہان پور میں نظام شاہ بحری مربی فن تھے،

اور بر محل نکتہ چینی سے مذاق سخن کو اس قدر بلند کر دیا کہ کوئی دوسرا دور اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا، ان امیروں میں عبد الرحیم خانخاناں، حکیم ابوالفتح گیلانی، علی قلی خاں، خان زماں، خان اعظم کوکلتاش، ظفر خاں اور غازی خاں خاص امتیاز رکھتے ہیں، ان میں سے اکثر شاہانہ سطوت و شکوہ سے رہتے تھے، اور ان کے درباروں پر بارگاہ سلطانی کا دھوکا ہوتا تھا،

ہم اس موقع پر دربار اکبری کے ان جواہرات کا مختصر حال لکھتے ہیں، جس سے معلوم ہوگا کیونکر ان کی ضیاپاشیوں سے بزم ادب چمک اٹھی تھی،

ان امرا میں عبد الرحیم خان خاناں کا نام چوٹی پر نظر آتا ہے، وہ درحقیقت اس بہار کے رنگ برنگ پھولوں میں گل سرسبد کہے جانے کا مستحق ہے، اس کے مشورہ و اصلاح اور صلہ و انعام نے علم و ادب کے معیار کو بلند کرنے میں جو مدد دی محتاج بیان نہیں، خود اسکا باپ بیرم خانخاناں ایک خوش گو شاعر تھا، اس کے ترکی اور فارسی دیوان چھپ گئے ہیں، بیرم ہی نے نظیر سمرقندی کو شاہنامہ کے جواب میں شاہنامۂ ہمایونی لکھنے کی خدمت سپرد کی، مگر افسوس کہ کتاب نامکمل رہی، بیرم خاں نے ایک بیاض (موسوم بہ دخلیہ) مرتب کی تھی جسمیں اساتذۂ سلف کے اشعار پر اپنے ایرادات جمع کئے تھے، یہ کتاب اب نایاب ہے،

بیرم کا نامور فرزند عبد الرحیم سخن شناسی اور فیاضی میں باپ کا صحیح جانشین تھا، وہ فارسی اور ترکی کا عالم تھا، اور عربی اور سنسکرت میں بھی دخل رکھتا تھا، اس کو علوم رسمیہ میں کافی مہارت تھی، اور فن شعر و علم بدیع پر پورا عبور تھا، اس کی تصانیف میں تزک بابری کا فارسی ترجمہ، نجوم میں ایک مثنوی جس کا ایک مصرع فارسی اور دوسرا سنسکرت ہے، اور بعض غزلیات و رباعیات یادگار ہیں، عبد الرحیم نے ایک بڑا کتبخانہ جمع کیا تھا جس میں نادر قلمی نسخے اکٹھا کئے تھے، شعرا میں عرفی، نظیری، شکیبی، حیاتی، لوعی، کفوی، پیروی، رسمی، محوی، اس کے

دامن دولت سے وابستہ تھے، اور اسی کی فیاضی پر بسر کرتے تھے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس کی دقیقہ رسی اور تربیت شعر کے مذاق کو بلند کرنے اور اسالیب ادا کو وسیع کرنے میں ہمیشہ مصروف رہی، [لے]

ملا عبد الباقی نہاوندی نے تذکرۂ عبد الرحیم (ماثر رحیمی) میں عرفی کا ذکر کرتے ہوے اس کا صاف اقرار کیا ہے کہ "بہ اندک فرصتے بہ یمن تربیت و شاگردی و مداحی ایں دانائے رموز یگنگی تمام و ترقی مالا کلام در منظوماتش بہم رسید"

خانخاناں کے بعد حکیم ابو الفتح گیلانی کا نمبر ہے، یہ اپنے زمانہ کا زبردست فلسفی اور حکیم تھا، یہ خانخانان کا دوست اور سرپرستی فن میں برابر کا شریک تھا، عبد الباقی کا بیان ہے کہ تازہ گوئی جو ہندوستان کی فارسی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے، ابو الفتح ہی کی جدت وجودت کا نتیجہ ہے، سب اہل فن متفق ہیں کہ سولھویں صدی میں سرزمین ہند میں فارسی شاعری کے جو نئے اسالیب بیان پیدا ہوئے اسی کی مربی گری اور نقادی کی یادگار ہیں، حیاتی گیلانی، عرفی شیرازی، ثنائی مشہدی، میلی ہروی، مرزا قلی، کو اس کی مصاحبت اور تربیت پر فخر ہے، حکیم ابو الفتح نے ایک خط میں خانخاناں کو تحریر کیا ہے، "ملا عرفی و ملا حیاتی، بسیار ترقی کردہ اند"

اسی طرح علی قلی خاں خانزماں جو غزالی و الفتی کا سرپرست تھا خان اعظم کوکلتاش جس کے سایہ حمایت میں جعفر ہروی، فہمی، مدامی، بدخشی، نعیمی سبزواری چین کی زندگی بسر کرتے تھے، ظفر خاں جس کی مربی گری نے صائب و کلیم جیسے نامور استاد پیدا کئے [عے]، اور غازی خاں حاکم قندھار

لے دیکھو رحیمی کا اعتراف اس بارہ میں،

زمین مدح تو آں نغمہ سنج شیرازی | رسید جیت کلامش بہ روم از خاور

عے صائب نے ظفر خاں کی سرپرستی اور تربیت کا اشعار ذیل میں نہایت خوبی سے اعتراف کیا ہے،

زوقت تو بنی شدم چنانکہ باریک | کہ می تواں بہ دل مور کرد پنہانم

تو جان زدی غل بجا مصرع مرا دادی | تو در فصاحت دادی خطاب سحبانم

بھی ادیبوں اور عالموں کی سرپرستی میں عالی پایہ رکھتے تھے، یہ لوگ چونکہ خود صاحب علم تھے اس لئے بقول علامہ شبلی محض خوشامد کے ذریعہ سے ان کے دربار تک رسائی آسان نہ تھی،

(۵) ایران سے بڑے بڑے حکیم اور فاضل جب آتے تھے سیدھے دربار آگرہ کا رخ کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی، کہ ہمایوں کی جلاوطنی کے زمانہ میں سلطنت عجم نے مغلوں کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک کیا تھا ہمایوں کے جانشین اس سلوک کا معاوضہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، اسی سبب سے سلاطین و امرائے مغلیہ ہر غریب الوطن عجمی کے ساتھ اس نوازش سے پیش آتے تھے، کہ وطن کی آسایش بھول جاتا تھا، صائب لکھتا ہے،

ہمچو عزم سفر ہند کہ در دل ہست | رقص سودائے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

کلیم۔ زشوق ہند زاں ساں چشم حسرت بر قفا دارم | کہ رو ہم گر براہ آرم نمی بینم مقابل را

سلیم۔ نیست در ایراں زمیں ساماں تحصیل کمال | تا نیامد سوے ہندستاں حنا رنگیں نشد

یوں سمجھنا چاہئے کہ ہندوستان پر ایران کا قرض تھا، جو اکبر کے عہد میں معہ سود ادا کیا گیا،

(۶) اس زمانہ میں مشاعروں کا بیحد رواج ہو گیا اور شاعروں کی مسابقت اور حریفانہ منافست نے فن کو معراج ترقی پر پہونچا دیا،

نثر کے متعلق اس قدر لکھنا کافی ہے کہ اکثر اسباب مذکور اور نیز ضروریات دربار نے اس کو تیموریۂ عجم کے عہد کی خامیوں اور فرد گذاشتوں سے پاک کر دیا،

لغات جدیدہ

تلخیص و تبصرہ

اسلامی دائرۃ المعارف
کی
ترتیب و تدوین

علامہ سید کرد علی رئیس المجمع العلمی العربی دمشق نے اپنے رسالہ مین اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب وتدوین کے حالات اوس کے اڈیٹر ہوتسما کے اُن خطوط سے اخذ کر کے شائع کئے ہین جو ان کے نام وقتاً فوقتاً آتے رہے ہین، اس مقالہ کی تلخیص ذیل مین دیجاتی ہے،

جب کوئی قوم اپنی علمی ترقی مین معراج کمال تک پہنچ جاتی ہے تو وہ متفرق طور پر علوم کی جمع وتدوین سے گذر کر انکی تفصیل تنقید اور تنظیم و ترتیب مین لگ جاتی ہے، اسی ارتقائی اصول کے بموجب عربون کی علمی ترقی ہوئی، جب وہ مختلف علوم و فنون حدیث، سیر، لغت، ادب، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کی داغ بیل ڈال چکے تو ان مین تنوع پیدا کرنا شروع کیا، اور اس قدر بہترین حسن ترتیب سے ان علوم کی تنظیم و تنسیق کی کہ لوگ آج تک ان سے مستفید ہو رہے ہین، اور انکی مرتبہ کتابون کو پیش نظر رکھ کر یورپ مین کتابون کو مرتب کیا جارہا ہے، مسٹر براؤن لکھتے ہین "عربون نے فن جغرافیہ و مساحت مین جیسی کتابین لکھی ہین ویسی آج تک تالیف نہ کیجا سکین، اور ہمارے خیال مین انکی تاریخ کی بعض کتابین ایسی ہین جنکا نمونہ یورپ اپنے دورِ ترقی مین بھی پیش نہین کرسکتا" پھر اہل یورپ کو مخاطب کر کے کہتے ہین "یورپ اپنی برطانی انسائیکلوپیڈیا پر اس وقت

اس قدر نازان ہے، لیکن اس کو معلوم نہین کہ علمائے عرب کی ایک بڑی جماعت نے اپنی انسائیکلوپیڈیا "اخوان الصفا" اس وقت مرتب کی تھی جبکہ یورپ اپنے دورِ جہالت مین زندگی بسر کر رہا تھا،

حقیقت یہ ہے کہ یورپ ایک طویل مُدت تک اسلام اور عرب سے جزوی حالات کے سوا بالکل ناآشنا رہا، جب جنگ صلیبی چھڑی تو یورپ کی توجہ اسلام اور عربون کی طرف منعطف ہوئی اور اسی سلسلہ مین انکی واقفیت نے متصل ترقی کرنی شروع کی، کیونکہ اس کے بعد یورپ کو عربون اور دیگر اسلامی اقوام سے ملنے جلنے کا موقع ملا، اور اس اختلاط کے بعد اہل یورپ اسلام اور عرب سے سال بہ سال زیادہ واقف ہوتے گئے، یورپ کی اسی واقفیت کا نتیجہ مستشرقین کی جماعت ہے، جس نے سترہوین صدی کے اوائل سے لیڈن (ہالینڈ) کے مطبع سے تاریخ، جغرافیہ، ادب، فلسفہ اور مختلف اسلامی علوم کی قدیم عربی کتابونکو شائع کرنا شروع کیا جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے، اور اسی کے ساتھ اسلام اور علوم اسلام پر مستقل کتابین لکھی جانے لگین، اسی سلسلہ مین آج سے دو صدی پیشتر فرانس کے مشہور مستشرق ہربلٹ نے ایک اسلامی دائرۃ المعارف شائع کی جس کے ماخذ عرب، ترک اور دیگر شعوب اسلامیہ کی کتابین ہین، لیکن یہ دائرۃ المعارف نہایت ناکافی تھی، کیونکہ اولاً تو فاضل مستشرق کے پاس اس قدر ماخذ نہ تھے جو اس وقت موجود ہین، دوسرے یہ کہ کوئی دائرۃ المعارف اس وقت تک جامع نہین ہوسکتی جب تک علماء و ماہرین کی ایک مستقل جماعت اس کو اڈٹ نہ کرے،

مستشرقین یورپ نے بھی اس کو محسوس کیا، جیسا کہ ہوتسما اڈیٹر اسلامی انسائیکلوپیڈیا اپنے خط مین لکھتے ہین "مستشرقین کی کانفرنس مین مدت دراز تک ایک ایسی انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب وتدوین کا مسئلہ زیر بحث رہا جو اسلامی علوم و فنون کے عام مباحث پر حاوی ہو، پھر ان کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے ١٨٩٩ء مین اس انسائیکلوپیڈیا کا خاکہ تیار کرنے کے لیے بعض

مستشرقین کو ہالینڈ مین مدعو کیا، اس کے بعد انھون نے ابتدائی مراحل طے کرکے اس انسائیکلوپیڈیا کے بعض مقالات لیڈن سے نمونہ کے طور پر شائع کیے جو ارباب علم کے درمیان خاص وقعت و استحسان کی نظر سے دیکھے گئے، پھر موصوف نے یورپ کی علمی اکاڈمیون کے سامنے اس کی اشاعت کا مسئلہ پیش کیا، جسمین انھین خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اور لیڈن کے ایک مطبع نے اپنے صرف سے اس کی اشاعت پر رضامندی ظاہر کی لیکن ابھی تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا تھا کہ وہ یورپ کی کس زبان مین شائع کیجائے بالآخر بڑی رد و قدح کے بعد جرمنی، فرانسیسی اور انگریزی زبانون مین اسکی اشاعت کا فیصلہ ہوا، لیکن وہ لکھتے ہین کہ:- تین زبانون مین اشاعت کی تجویز ہمارے لیے حد درجہ یاس انگیز تھی، کیونکہ اس تجویز سے ہماری مالی مشکلات مین سہ گونہ اضافہ ہوگیا، اسلیئے ہماری جد و جہد مین کافی دشواریان حائل ہوگئین، مگر بالآخر انھون نے اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کیا اور فرانسیسی نسخہ کے لیے اپنے رفقائے کار مین پروفیسر باسٹ کا اضافہ کیا جو جزائر کے لٹریری کالج کے پرنسپل تھے اور انگریزی نسخہ کی طباعت کا کام آئرلینڈ کے پروفیسر ارنلڈ کے سپرد کیا گیا، اس کے بعد پروفیسر باسٹ کے سپرد وہ مقالات ہوئے جو شمالی افریقہ جزائر، تیونس اور مراکش وغیرہ سے تعلق رکھتے ہین، اور پروفیسر ارنلڈ کو وہ مقالات دیئے گئے جو اُن اسلامی ممالک کے متعلق ہین جو اس وقت حکومت برطانیہ کے زیر نگین ہین، لیکن مصر کو اس سے علیحدہ کر لیا گیا، اور ان کے علاوہ اور دیگر اسلامی ممالک مصر، سلطنت عثمانیہ، فارس، ایشیائے وسطی، اور جاوہ وغیرہ ہوٹسما نے اپنے متعلق رکھے، اور یہ اصول بنایا گیا کہ ہر اڈیٹر اپنے حصۂ ملک کے متعلق دنیا کے مختلف اہل قلم سے مقالات حاصل کرے، لیکن ان مقالات کی تمام تر ذمہ داری خاص اسی اڈیٹر کے اوپر عائد ہوگی،

اسلامی دائرۃ المعارف کا یہی نقشہ ہے جس پر اس وقت عملدرآمد ہو رہا ہے، یہ علمی خدمت ستائیس سال سے جاری ہے، لیکن ابھی تک پایۂ تکمیل کو نہین پہنچی ہے، موصوف اپنے ایک خط

مین لکھتے ہین، "ہماری انسائیکلوپیڈیا کو جنگ عظیم نے شدید نقصان پہنچایا، ان ایام مین ہمارے مشاغل کی رفتار نہایت سست پڑ گئی تھی، لیکن اب پھر قدیم رفتار جاری ہو گئی، اور ہمین امید ہے کہ یہ سلسلہ اختتام تک پہنچ جائے گا اگرچہ مین اس کبرسنی مین زندگی کے آخری لمحے گذار رہا ہون، اس سلسلہ کو جلد تر اختتام تک پہنچانے کے لئے مین نے اپنے شاگرد پروفیسر ونسنگ کو لیڈن مین طلب کر لیا ہے، جو اسکی اشاعت مین میری معاونت کر رہے ہین، انھون نے آخری جلد کو شائع کرنا زیادہ مناسب سمجھا جسمین وہ مقالات ہین جو حرف S سے شروع ہو کر حرف Z پر ختم ہوتے ہین اور دوسرا جزو بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے جو حرف S سے K تک مشتمل ہے، اب صرف حرف سا سے R تک کے مقالات باقی رہ گئے ہین، جو زیر تالیف ہین اور جو ہمین چند سالون تک مشغول رکھین گے"

اس کے بعد اسی خط مین موصوف لکھتے ہین:- جرمنی اور فرانسیسی نسخون کا کام مختلف اہل قلم کے ہاتھ مین آیا، لیکن ہمین شدید صدمہ یہ برداشت کرنا پڑا کہ ہمارے رفیق کار پروفیسر باسٹ کا جزائر مین انتقال ہو گیا، ان کے بعد ان کے لڑکے ہنری باسٹ نے کام کو سنبھالا، لیکن دست اجل نے ہم سے ان کو بھی دفعتہً چھین لیا، اور جرمنی نسخہ پروفیسر شادی، ہرٹمیس اور بوئر کے سپرد ہوا، پھر صرف پروفیسر شادی ہی رہ گئے، اب ہیفنگ کے سپرد ہے، ہمین سخت افسوس ہے کہ ہمارے بہت سے رفقاء انسائیکلوپیڈیا کی خدمت انجام دیتے ہوئے قضا کر گئے، جس سے ہماری رفتار نہایت سست ہو گئی، اور جن جلیل القدر علمائے مشرقیات کے متعلق اسلامی دائرۃ المعارف کی خدمت سپرد ہے ان کی مجموعی تعداد پچاس سے زیادہ ہے، ان مین سے تین ارکان ہالینڈ کے ہین، جنمین سے ایک فلسفۂ اسلامی دوسرے شعبۂ ترکیات اور تیسرے شعبۂ فارسیات کے پروفیسر ہین، جرمنی کے گیارہ ارکان ہین جو آثار قدیمہ، جغرافیہ، علوم طبعیہ، شعبۂ ترکیات اور فارسیات وغیرہ کے پروفیسر ہین، اسی طرح دنمارک

مین سے تین ہین، جو عربی کے مختلف شعبون کے پروفیسر ہین، پھر سوئڈن کے ایک، روس کے تین، انگلستان کے سات فرانس کے بائیس اور اٹلی کے پانچ ارکان ہین، ان کے علاوہ ٹرکی، جزائر اور ہندوستان کے ایک ایک رکن ہین؛

افسوس ہے کہ اس فہرست مین مشرقی ممالک کے صرف چار ارکان نظر آتے ہین، جو مستشرقین کی معاونت کر رہے ہین، اسی طرح جہانتک مجھے معلوم ہے امریکہ سے بھی صرف ایک رکن مسٹر مکڈانلڈ کو منتخب کیا گیا ہے، اور مغربی ممالک مین سے بھی اسپین اور پرتگال سے کوئی رکن منتخب نہین کیا گیا حالانکہ ان دونون ممالک کو عرب اور اسلام سے ایسے شدید تعلقات وابستہ رہ چکے ہین کہ ان ممالک کی تقریباً ہشت صد سالہ تاریخ عرب اسلام اور اس کے تہذیب و تمدن پر مشتمل رہی ہے،

"م"

سبحہ شماری،

یہ عجیب پرلطف تاریخی اتفاق ہے کہ تقریباً دنیا کے تمام اہل مذاہب مین تسبیح پر دعائین پڑھنے کا رواج پایا جاتا ہے، لیکن الہامی کتابون مین سے کسی ایک مین بھی تسبیح کے دانون کا تذکرہ نہین ملتا، مگر باوجود اس کے دنیا کے تمام اہل مذاہب تسبیح پڑھنے کو زہد واتقا اور کمال تقدس کی نشانی سمجھتے ہین، مؤرخین کا ابتک یہ خیال تھا کہ تاریخ سے تسبیح پڑھنے کے سب سے قدیم دستور کا بودھ مت کی اس جماعت مین پتہ چلتا ہے جو تبت کی پہاڑی پر رہتی تھی، کیونکہ اس پہاڑی کے آثار قدیمہ کے متعلق بعض مباحث علمیہ کے سلسلہ مین بعض ایسے دھاگے دستیاب ہوئے تھے جنمین لکڑی یا صندل یا سیب وغیرہ کے دانے پروئے ہوئے تھے اور ان دھاگون مین زیادہ تر ایک سو آٹھ دانے تھے، لیکن اب جدید انکشاف یہ ہے کہ ان بودھون سے پیشتر قدیم مصریون اور قبطیون کے راہبون کے حالات مین تسبیح کا تذکرہ ملتا ہے، اور اس کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عیسائیون مین تسبیح پڑھنے کا رواج

پہلی صدی عیسوی مین انھین قبطیون سے ہوا، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد مین اسکا تذکرہ نہین ملتا اگر کہین اس کا ذکر ہو سکتا تھا تو انکی یا ان کے متبعین کی زبان سے انجیل مین ہوتا، چنانچہ جرمنی کا ایک مشہور فاضل کہتا ہے کہ عیسائیون مین تسبیح پڑھنے والی سب سے قدیم جماعت قبطی عیسائیون کی ہے سب سے پہلے انہی لوگون نے "دعار ربانیہ" کو تسبیح کے دانون پر شمار کر کے پڑھنا شروع کیا اور اس طریقۂ عمل کو شروع کرنے کا انتساب عیسائیون مین سے بالادیوس اور سوزومن کی طرف کیا جاتا ہے، پھر جب گیارہوین صدی عیسوی کا نصف اوّل گذر گیا تو "دعار ربانیہ کے ساتھ" "دعار عذرا"، بھی پڑھی جانے لگی جو انجیل لوقا کی فصل اول مین مذکور ہے، اس کے بعد تیرہوین صدی عیسوی مین ان دونون دعاؤن کے ساتھ "سلام عذرا" اور "سلام ملائکہ" کا اضافہ ہوا، پھر جب مغرب مین مذہب عیسوی کی عام اشاعت ہوئی تو وہان بعض اور دعاؤن کا اضافہ ہوا اور اس طرح رفتہ رفتہ تسبیح کے دانے مسیحیت کا ایک لازمی جزء قرار پا گئے،

یہی واقعہ مذہب اسلام کے ساتھ پیش آیا، عہد نبوی مین تسبیح کے دانون پر دعائین پڑھنے کا رواج نہ تھا، اس لیے مذہب اسلام مین یہ طریقہ سنت نبوی کے خلاف ہے جرمنی کا ایک فاضل مستشرق کہتا ہے "جزیرۂ عرب مین تسبیح کے دانون کا عام رواج تیسری صدی ہجری مین ہوا جو وہان مصر کے راستہ سے پہنچا" بلکہ ایک حدیث صحیح مین اس طریقہ سے تسبیح کرنے کی ممانعت آئی ہے، جس مین آپ نے بعض ازواج مطہرات کو کنکریون پر گن کر دعائین پڑھنے کی ممانعت کی ہے، اور ان کنکریون کے بجائے ہاتھ کی انگلیون پر گنتے کی ہدایت فرمائی ہے، اور یہ ارشاد فرمایا ہے، کہ یہ طریقہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے" کتب حدیث مین ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بعض نمازیون کو تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت ناراض ہوئے اور سختی سے اس کی ممانعت فرمائی، اس لیے یہ تو قطعی ہے کہ دانون پر تسبیح پڑھنا اسلام مین ایک ایسی بدعت ہو

جو تیسری صدی مین عام طریقہ سے اسی طرح مروج ہوئی جیسے عیسائیون مین اس کا رواج پایا جاتا تھا اس لئے اسلام مین سلف صالحین نے اس بدعت کی ہمیشہ مخالفت کی، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن شیخ ابو القاسم جنید بغدادی متوفی ۲۹۸ھ تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھے گئے، جس پر بعض فقہا نے نہ صرف سختی سے اعتراض کیا بلکہ اس تسبیح کو ضبط کر لینا چاہا، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ انباری نے جو بلند پایہ علماء اسلام مین گذرے ہین، اپنی جلیل القدر تصنیف "المدخل" مین دانون پر تسبیح پڑھنے کو بدعت بتا کر اسکی سختی سے مخالفت کی ہے، غرض مذہب عیسوی کی طرح مذہب اسلام مین بھی اس کا وجود نہین اور سلف صالحین کے نقطۂ نظر کے مطابق یہ فعل مذموم اور قابل ترک ہے،

تسبیح پڑھنے کے اغراض بھی مختلف ہوتے ہین کچھ لوگ تو عبادت کے لیے تسبیح پر بعض دعائین پڑھتے رہتے ہین اور کچھ لوگ اپنے دیگر اغراض مین انکو استعمال کرتے ہین، چنانچہ لیڈی کالیڈی، تبریز کے متعلق کہتی ہین کہ وہان یہ دستور ہے کہ جب کوئی بیمار پڑتا ہے تو اطبا کی طرف رجوع کرنے سے پیشتر تسبیح پر کچھ پڑھ کر یہ معلوم کرتے ہین کہ آیا طبیب کا بلانا ضروری ہے کہ نہین؟ دوائین اس مرض کو فائدہ پہنچا سکتی ہین کہ نہین؟ شہر کے کس طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے؟ اسی قسم کے سوالات اور بھی ہوتے ہین جنکے جوابات حاصل کرتے ہین اور وہ اپنے اس طریقہ عمل کو استخارہ سے موسوم کرتے ہین، مسٹر گارڈنر کہتے ہین کہ "باشندگان روس امراض سے محفوظ رہنے کیلئے اپنی گردنون پر تسبیح لپیٹتے ہین، اور تقدیر کے پنہان رازون تک پہنچنے کے لیے مختلف طریقون سے تسبیح پڑھتے ہین"، اسی طرح مصر، جزائر، اور جاوہ کے باشندے تسبیح کو مختلف اغراض مین مختلف طریقون سے استعمال کرتے ہین، اور ان دانون کو خاص تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہین،

یہ ڈاکٹر زویمر کے ایک مضمون کی تلخیص ہے جو الہلال مصر بابت ماہ جولائی مین شائع ہوا ہے، لیکن یہ مسئلہ شرعی نقطۂ نظر سے اس سے زیادہ تحقیق طلب ہے، اسلئے معارف کے کسی آئندہ نمبر مین اس مسئلہ پر ایک مستقل مضمون مین مزید روشنی ڈالی جائیگی،

"ل"

اخبار علمیہ

کولمبس کا تاریخی نقشہ، ابھی حال مین فرانس کے مکتبہ وطنیہ مین ایک نقشہ ملا ہے، جو کولمبس کے مشہور تاریخی سفر مین اسکی رہنمائی کرتا تھا، نقشہ مین بعض ایسے قرائن موجود ہین جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی باشندہ جینوا اور کولمبس کے رفقاء سفر مین تھا، اور نقشہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ کولمبس کے اسی خاص تاریخی سفر کے لیے تیار کیا گیا تھا، کیونکہ اس مین بعض ایسے شہرون کو دکھایا گیا ہے جنھین اس زمانہ مین اس قدر شہرت حاصل نہ تھی کہ ان کو عام طور پر نقشون مین نمایان کیا جاتا،

رسالۃ التوحید فرانسیسی زبان مین، مسرت ہے کہ بعض نوجوانان مصر نے بعض فرانسیسیون کی مدد سے علامہ شیخ محمد عبدہ مصری کی جلیل القدر کتاب "رسالۃ التوحید" کا ترجمہ فرانسیسی زبان مین کر کے شائع کیا ہے، کتاب کی ابتدا مین مترجم کا ایک مقدمہ بھی ہے جس مین علامہ عبدہ کے سوانح و حالات بیان کئے گئے ہین، امید ہے کہ اس رسالہ نے جس طرح مصر مین عام مذہبی ذہنی انقلاب پیدا کیا ہے اسی طرح فرانس مین بھی اس سے مفید نتائج مترتب ہون گے اور خصوصاً یہ رسالہ ان عام غلط فہمیون کو بڑی حد تک رفع کرے گا جو اسلام کے متعلق متعصب مسیحی مبلغین اور عام مستشرقین یورپ نے یورپ مین پھیلا رکھے ہین،

مادیین کی بلند پروازیان، بعض ماہرین علوم مادیہ کی یہ بلند پروازیان دیکھو کہ اب وہ یہ بھی ادعا کرنے لگے کہ وہ بے حس و حرکت مادون سے ایسے اجسام پیدا کرنے مین کامیاب ہو گئے ہین،

جن مین قوت نمو پائی جاتی ہے اور ان مین طبعی طور پر یہ استعداد موجود ہے کہ وہ از خود حرکت کرتے ہین، یہ ادعا پروفیسر پاسٹین کے دماغ کا اختراع ہے اور کہا جاتا ہے کہ انھین اپنی تائید مین ماہرین علوم مادیہ کی ایک جماعت بھی ملگئی ہے لیکن مادیات کے عام ماہرین اس ادعا کی تردید کرتے ہین،

تھرمامیٹر کی ایجاد اور ترقی، تھرمامیٹر کی ایجاد کا انتساب گلیلو کی طرف کیا جاتا ہے، جو اٹلی کا رہنے والا تھا، وہ اپنے ایجاد کردہ تھرمامیٹر مین پارے کے بجائے نبیذ سے کام لیتا تھا اور اس کے اُتار چڑھاؤ سے حرارت دریافت کرتا تھا، لیکن اس وقت تک اس کو اغراض طبی مین استعمال نہین کیا گیا تھا، ۱۶۲۶ء مین سب سے پہلی مرتبہ اس کو اغراض طبی مین استعمال کیا گیا، اور اس کے بعد ۱۶۴۳ء اس مین نبیذ کے بجائے پارہ استعمال کرنے لگے، پھر ۱۸۰۱ء مین ایک فرانسیسی گھڑی ساز نے میکانکی تھرمامیٹر سونے چاندی اور پلاٹنم سے تیار کیا اور اس مین گھڑی کے مثل ایک سطح بنائی، جس مین ان معادن کا گھٹنا بڑھنا نمایان ہوتا ہے اور اسی سے حرارت کا پتہ چلتا ہے،

ایک نغمہ آفرین مشین، دو فرانسیسیون کی پانزدہ سالہ مشترکہ جدوجہد کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ ایک ایسی مشین عالم وجود مین آگئی ہے جس کو سارنگی مین لگا دینے سے وہ انسان کے ہاتھون کی مدد کے بغیر بجنے لگتی ہے، موجدین نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اس مشین کے لیے کسی خاص قسم کی سارنگی کی ضرورت نہین ہے، بلکہ وہ ہر قسم کی سارنگی کو بجا سکتی ہے، اور نیز اس پر یہ مستزاد ہے کہ اس کے ذریعہ سارنگی کے مثل پیانو بھی بجایا جا سکتا ہے،

فرائض مادری کی تعلیم کے لئے ایک گرانقدر رقم، امریکہ کی ایک معزز خاتون نے

ایک زنانہ کالج کو ایک لاکھ پونڈ کی گرانقدر رقم اس لیے دی ہے کہ اس رقم سے کالج مین تعلیم کا ایک ایسا شعبہ قائم کیا جائے جس مین نوجوان خواتین کو فرائض مادری بتائے جائین، اور نفسیات اطفال امور خانہ داری وغیرہ کے مضامین کی تعلیم اس مین خاص طور پر دی جائے،

مرجان، مرجان ایک دریائی جانور ہے جو بحر احمر، بحر متوسط، بحر ابیض اور ایشیا و امریکہ کے دور سمندرون مین پایا جاتا ہے، یہ جانور ظاہرا دیکھنے مین درخت معلوم ہوتا ہے اس لیے پہلے لوگون کا خیال تھا کہ یہ کوئی نباتی شئے ہے، لیکن جدید تحقیقات سے اس کے حیوانات کی قسم مین ہونے کا پتہ چلا ہے، کیونکہ اسکی غذا صرف حیوانات ہین جو نباتات کی غذا نہین ہوتے،

قدیم شہر تدمر کے چند آثار، دمشق سے ۱۵۰ میل پر جانب شمال مشرق مین ایک قدیم شہر تدمر کے چند آثار اب تک موجود ہین، توراۃ کی روایت کے مطابق اس شہر کی بنیاد حضرت سلیمانؑ کے ہاتھون پڑی تھی، یہ رومانیون کے زمانہ مین ایک بہت بڑا تجارتی مرکز تھا اور یہی وہ مقام تھا جہان مشرقی اور مغربی تجار تبادلۂ اجناس کرتے تھے، یہ ۲۶۱ء مین رومانی حکومت سے آزاد ہوگیا، اور ۲۶۳ء مین اس پر ایک عورت زنیب نامی حکمران ہوئی، جس نے اس قدر اقتدار حاصل کیا کہ رومیون سے مصر کو بھی چھین لیا، اس طرح یہ شہر ایک زمانہ مین مصر کا دار الحکومت رہ چکا ہے، اگرچہ پھر زنیب نے طوق سلاسل پہنکر اس کی آزادی بھی کھو دی، اس شہر کے جو آثار اب تک باقی رہ گئے ہین ان مین ایک معبد شمس، رومیون کا "تھیئٹریکل ہال"، اور ایک عظیم الشان محل "قصر اسود" ہے جو شاید باشندگان تدمر مین سے کسی صاحب ثروت کا مکان تھا، یہ آثار رومیون کے قدیم فن انجنیری کا بہترین نمونہ ہین، اسلیے معلوم ہوتا ہے کہ باشندگان تدمر اپنے تمدن و تہذیب مین معراج کمال تک پہنچ گئے تھے،

شہرون مین ہجوم خلائق، بعض انگریز ماہرین کا خیال ہے کہ ۱۸۹۰؁ء سے ۱۹۲۰؁ء تک دنیا مین جس تناسب سے شہر آباد ہوئے ہین اگر ۱۹۵۰؁ء تک یہی رفتار جاری رہی تو پھر اس وقت تک دنیا کی آبادی اس قدر بڑھ جائے گی کہ کسی شہر مین ایک مکان ۵ کلومیٹر مربعہ زمین سے زیادہ مین نہ مل سکیگا،

چڑیاخانوں کی ایجاد، آج یورپ کے جدید تہذیب و تمدن مین متمدن شہرون مین مختلف مصالح کے لحاظ سے چڑیاخانون کا قیام ضروری سمجھا جاتا ہے، لیکن لوازم تمدن مین انھین کس نے داخل کیا؟ شاید یہ سنکر حیرت ہو کہ یہ بھی اسی قدیم عربی تمدن کے آثار باقیہ مین ہین، سب سے پہلے مامون نے بغداد مین قصر ثریا کے سامنے وسیع میدان مین ایک چڑیاخانہ قائم کیا، جس مین ہر قسم کے پرند و چرند جمع کئے گئے تھے، تاکہ اُن کے عادات و خصائل و دیگر حالات کا مطالعہ کیا جا سکے، پھر خلیفہ مقتدر باللہ نے اس چڑیاخانہ کو اور ترقی دی اور جہان تک ممکن ہو سکا اس مین ہر قسم کے جانورون کا اضافہ کیا،

کتاب الحمقاء والمغفلین، مسلمانون کے علم تاریخ کے بیشمار اصناف مین ایک شعبہ طبقات کا ہے جس مین انھون نے صدہا تفریعین پیدا کی ہین، چنانچہ کتب طبقات مین خلفاء، سلاطین، حکماء، فقہاء، صوفیہ، متکلمین، قراء، نحاة، کتاب، مصنفین اور شعراء کے علاوہ عشاق، متنبین، غلمان الصوص وغیرہ کے حالات و سوانح زندگی مین بھی کتابین لکھی گئی ہین جس سے انکا مقصود یہ تھا کہ ایک خاص دور اور ایک خاص زمانہ کے لوگون کے عام اجتماعی، معاشرتی، ذہنی اور اخلاقی حالات کا نقشہ کھینچین، انھی کتابون مین مصر کے مشہور مورخ ابو الفرج ابن جوزی متوفی ۵۹۷؁ھ کی ایک کتاب کتاب الحمقاء والمغفلین ہے، جس مین مختلف قسم کے لوگون کے حماقت آمیز اور مضحکہ خیز مستند تاریخی واقعات درج کئے گئے ہین اب تک اس کتاب کے تین قلمی نسخون کا حال معلوم تھا جنمین سے ایک ابن کے کتبخانہ مین دوسرا پیرس مین تیسرا مدینہ منورہ کے کتبخانہ مین محفوظ ہے، اب اس کا ایک چوتھا نسخہ بھی دستیاب ہوا ہے جو المجمع العلمی العربی دمشق کے کتبخانہ مین منتقل ہوا ہے، علامہ کرد علی رئیس المجمع نے اپنے رسالہ مین ایک تقریظ لکھا جا کے اقتباسات دو نمبرون مین شائع کئے ہین،

"د، ر"

ادبیات

گوشۂ قناعت

از جناب مولوی وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

(انگریزی زبان کے شاعر ڈائر کے خیالات کی ترجمانی)

دل مرا اک سلطنت ہے، جسمین ہون مین حکمران
روز و شب رہتا ہوں مین اس سلطنت مین شادمان

جو مسرت دی ہے مجھکو میری صبح و شام نے
ہیچ ہیں دنیا کے سارے لطف اُسکے سامنے

پاس لوگون کے بہت سی ایسی چیزین ہین ضرور
جو مجھے حاصل نہین لیکن مرا دل ہے غیور

بے ضرورت آرزو مین اُن کی کر سکتا نہین
مین شکنجے مین طمع کے آکے مر سکتا نہین

مین ضرورت سے زیادہ کی طلب کرتا نہین
جام کیون چھلکے مرا مین اس قدر بھرتا نہین

دوسرون پر حکمرانی کی نہین خواہش مجھے
گلہ کیون ہو، گلہ بانی کی نہین خواہش مجھے

آج جو عشرت مین ہین، کل ہے انھین عسرت کا ڈر
آج عزت جنکی ہے، کل ہے انھین ذلت کا ڈر

رہتے ہین چورون سے لرزان مال و زر ہے جنکے پاس
خون دل پیتے ہین وہ، لعل و گہر ہے جنکے پاس

ہے ان اندیشون سے اور فکرون سے آزادی مجھے
ہے قناعت نے دیا سرمایۂ شادی مجھے

ہو کوئی عسرت مین، تو مین طعن سے ہنستا نہین
ہو کوئی عشرت مین، تو مین رشک مین پھنستا نہین

کوئی غم ہو، دل مگر میرا ہے اطمینان مین
تیرتی ہے میری کشتی بے خطر طوفان مین

ہے ضرورت سے زیادہ پاس جنکے مال و زر
رکھتے ہین اس سے زیادہ کی ہوس شام و سحر

پاس میرے کچھ نہین اور چاہتا بھی کچھ نہین   اس ہوس مین دل مرا رہتا نہین اندوہگین

ہے بہت کچھ پاس اُن کے پھر بھی رہتے مین فقیر   پاس میرے کچھ نہین، پر ہون حقیقت مین امیر

وہ ہوس سے مرتے ہین، جیتا ہون استغنا مین   دین سے بیزار ہین وہ، ہون بری دنیا سے مین

وہ پہاڑی پر چڑھین، رہتا ہون مین میدان مین   اُن کو ہے گرنے کا خطرہ، مین ہون اطمینان مین

حرص کی جو آنچین ہین، وہ کہان سہتا ہون مین   بس قناعت ہی کے گوشے مین مگن رہتا ہون مین

ہمارا ہندوستان

ازجناب مولوی سراج الحسن صاحب ترمذی وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد

زیر نگین رہا ہے ہندوستان ہمارا   صدیون رہا ہے اس پر سکہ روان ہمارا

تھا راحتون کا مسکن دارالامان ہمارا   اپنا جواب خود تھا یہ گلستان ہمارا

قسمت چمک اٹھی تھی اس عالم کہن کی،،

روشن جبین کچھ ایسی تھی مادر وطن کی،،

اس انجمن کا چرچا عالم مین جابجا تھا   ہر ذرہ اس زمین کا سورج بنا ہوا تھا

جس سمت دیکھتے تھے منظر بہار کا تھا   دنیا مین بس یہی اک فردوس پُرفضا تھا

سیراب اسی سے ہوتی عالم کی سرزمین تھی

چشم و چراغ سب کی یہ خاک دلنشین تھی

ہے روشنی جہان مین اس شمع انجمن کی   پھولون مین تازگی ہے ساری اسی چمن کی

دنیا ابھی ہے ممنون اس کشور کہن کی   پر اب کہان وہ باقی رنگینیان وطن کی

یورش ہے اب خزان کی اس کنج دلنشین پر

شاید کہ آسمان اب ٹوٹے گا اس زمین پر

علم و ہنر کا معدن ہندوستان کبھی تھا   گیتی فروز اپنا نام و نشان کبھی تھا

سارے جہان سے دلکش یہ گلستان کبھی تھا   مرغانِ نغمہ خوان کا یہ آشیان کبھی تھا

گو اب فلک زدہ ہے پر یادرفتگان ہو

دھندلا سا اس فضا مین ہمی کا اک نشان ہو

کلام یوسف

جناب یوسف صاحب وتفلا بنگلور

سعیِ بے حاصلی ہوئی منظور   عشق ہے آج فاتح و منصور

دورِ گردی پہ دل تھا کل مغرور   آج ہے انکی زلف کا محصور!

بوالہوس جتنے ہین وہ ہین نالان   دیکھ کر ملکِ حسن کا دستور!

چشم ساقی کے ایک اشارے سے   ہو گئے اہلِ انجمن مخمور

دلِ خوکردۂ ستم سے کیون   کیجئے عیش رفتہ کا مذکور

رحم کے خواستگار ہین تجھ سے   یہ تنِ زار یہ دلِ رنجور

ہے زبان شکر سے بھی بیگانہ   اس کے ظلم و ستم کا کیا مذکور

لذت درد بھی چمک اُٹھی   جلوۂ حسن نے کیا جو ظہور

دل تو دل روح بھی ہی سجدہ فشان   حبذا فیض و جلوۂ مستور

ان سے انکی طلب بھی ہے بیکار   مجھ سے کہتی ہے میری طبعِ غیور

میرے نزدیک یہ ہے کفر صریح   وصل سے یاس اے دلِ مہجور

پرورش یافتہ ہے برسون کا   زخم سے جب کہین ہوا ناسور

تجھ سے تیرے وصال کا طالب   ہے ازل سے یہ یوسف مہجور

باب التقریظ والانتقاد

وقارِ حیات

مؤلفہ مولانا اکرام اللہ خاں صاحب ندوی،

تعلیم ایک فرسودہ لفظ تھا جسکی صدائین بار بار ہماری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ایوان حکومت سلطان منزل مین گونجتی رہی ہین، اور آج بھی گونج رہی ہین، لیکن زمانے کے اختلاف نے اسکو کبھی محدود رکھا اور کبھی وسیع کر دیا،

ہمارے مخدوم مولانا الحاج مولوی حبیب الرحمن خان شیروانی کے دور سکریٹری شپ سے پہلے یہ لفظ صرف چند رسمی ڈگریون کے حاصل کرلینے کا مرادف تھا، لیکن مولانائے موصوف نے جب کانفرنس کی عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی تو ان کو نظر آیا کہ نتائج کے لحاظ سے قدیم زمانے مین تعلیم کا لفظ اس قدر محدود نہ تھا اس بنا پر انھون نے اپنے انتخاب کے بعد یہ

کانفرنس کے مقاصد قواعد مین دیکھے، ادبی پہلو مین ترقی کی گنجائش پائی، اہل علم وقلم کو متوجہ کیا، ذرائع محدود تھے، تاہم بعض نادر نمونے پیش نظر آگئے، مثلاً تاریخ گجرات پر مولوی سید عبدالحی صاحب مرحوم کا رسالہ یادِ ایام، یا مذہب وعقل کی بحث پر مولوی عبدالباری صاحب ندوی کا رسالہ مذہب وعقلیات،

اس کے بعد ان کو نظر آیا کہ کانفرنس کا ایک مقصد مشاہیر کی حیات لکھانا بھی ہے، اسلیے انھون نے سب سے پہلے رفقائے سرسید مرحوم کی طرف توجہ کی، اور مختلف اخلاقی خصوصیات کی بنا پر اس

مبارک سلسلے کی ابتدا کرنے کے لیے نواب وقار الملک کی ذات گرامی کو انتخاب کیا، اس موزون انتخاب کے بعد دوسرا مرحلہ ان کے سوانح نگار کے انتخاب کا پیش آیا، اور خوش قسمتی سے یہ شرف حاشیہ نشینان بزم شبلی کے ایک فرد یعنی ہمارے دوست مولوی اکرام اللہ خان ندوی کو حاصل ہوا جو جسمانی حیثیت سے اپنے ہیرو سے بہت مشابہ ہین، اور ممکن ہے کہ اس لائف کے لکھنے کے بعد انھون نے اپنے اندر اپنے ہیرو کی اخلاقی خصوصیات کے پیدا کرنے کی بھی کوشش کی ہوگی،

اس مرحلے کے طے ہو جانے کے بعد سب سے اہم سوال اس لائف کے سرمایہ اور مواد تاریخی کا تھا جو خوش قسمتی سے نہایت مستند ذرائع سے وافر مقدار مین حاصل ہوا اور اس کو نہایت خوبی کے ساتھ مرتب کرنے کے بعد ساڑھے آٹھ سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب تیار ہوگئی، جو اس وقت وقار حیات کے نام سے شائع ہو کر ہمارے پیش نظر ہے، اور دو حصون مین منقسم ہے پہلے حصے مین بچپن سے لیکر حیدرآباد کے زمانہ ملازمت تک کے حالات نہایت تفصیل، وتوجیہ وتعلیل کے ساتھ جمع کئے گئے ہین، اور زمانہ ملازمت مین نواب صاحب نے جو جو اصلاحات کی ہین، ان سب کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے،

دوسرے حصے مین نواب صاحب کی ملکی، قومی، علمی اور سیاسی خدمات کا مفصل تذکرہ ہے اور اسی مین علالت، وفات، حلیہ، وضع قطع، اخلاق وعادات اور حسن معاشرت کی تفصیل بھی لکھی گئی ہے، نواب صاحب مرحوم کی زندگی اگرچہ نہایت خشک اور روکھی پھیکی تھی، لیکن کتابی صورت مین ان کے سوانح حیات ہمارے سامنے نہایت دلچسپ صورت مین آتے ہین، کیونکہ،

۱- ان کے حالات مین جو تعدد وتنوع پایا جاتا ہے، وہ غالباً مشاہیر ہندوستان مین کسی کے حالات مین نہین پایا جاتا، انھون نے چھوٹی اور بڑی بہت سی ملازمتین کی ہین، ملازمت سے سبکدوش ہو کر ایک مدت تک قوم پر حکمرانی کی ہے، اور اس طرح ان کو مختلف، قومی،

علمی، سیاسی، مذہبی، اور تعلیمی خدمات کے انجام دینے کا موقع ملا ہے، اور ان سب نے اونکی تصویر زندگی مین مختلف قسم کے رنگ بھر دیئے ہین، اور وقار حیات کے جامع نے ہر رنگ کو الگ الگ کر کے نہایت خوبی کے ساتھ دکھایا ہے،

۲- ان کی زندگی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس میدان مین اترے ہین، اونکو مختلف قسم کی مخالفتون اور مزاحمتون کا سامنا پڑا ہے، اور زیادہ تر ان کے اخلاق کی ہمواری اور کیرکٹر کی سنجیدگی نے یہ تمام مشکلات پیدا کی ہین، اور اسی اخلاقی طاقت سے اُنھون نے شکست بھی کھائی ہے اور فتح بھی حاصل کی ہے، اس لیے ان کے سوانح حیات نے ایک جنگی داستان کی حیثیت حاصل کر لی ہے، جو ایشیا کی قومون مین نہایت دلچسپی کیساتھ سنی جاتی ہے، اور ان لڑائیون مین انھون نے اخلاقی حیثیت سے جس متانت و وقار کے ساتھ مقابلہ کیا ہے، وہ اور بھی اُنکی ذات کو ایک پرعظمت ہیرو کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش کرتی ہین جس سے ان کے ساتھ ہماری دلچسپی اور عقیدت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے،

۳- نواب صاحب کے حالات کے ساتھ ریاست حیدرآباد، علی گڈہ کالج اور ان کے رفقائے کار وغیرہ کے واقعات بھی نہایت تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتے ہین، اسلیے اس کتاب کی نوعیت صرف لائف ہی کی نہین رہجاتی، بلکہ اوس سے مسلمانون کی سیاسی، علمی اور قومی تاریخ کے متعلق بھی بہت نہایت دلچسپ معلومات حاصل ہو سکتی ہین،

۴- اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین صرف نواب صاحب کی مداحی ہی نہین کیگئی ہے، بلکہ ان کی اخلاقی خصوصیات پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالی گئی ہے، اور غالبًا اردو زبان مین جو سوانح عمریان لکھی گئی ہین، ان مین سب سے پہلے اس باب کا اضافہ صرف وقار حیات ہی مین کیا گیا ہے، نواب صاحب مرحوم کی ذات گوناگون خوبیون کا ایک ایسا وسیع مرقع تھی کہ ان کے پردے مین اونکی اخلاقی کمزوریون کو نہایت کامیابی کے ساتھ چھپایا جا سکتا تھا لیکن جامع کتاب نے ان پر

پردہ نہین ڈالا ہے بلکہ آخر مین نہایت تفصیل کے ساتھ اونکی اخلاقی کمزوریان دکھائی ہین، بہرحال اوّل سے اخیر تک یہ کتاب نہایت دلچسپ، مستند، اور سبق آموز حالات کا بہترین مجموعہ ہے، اور بہترین طرز انشا، و تحریر کے ساتھ مرتب کیگئی ہے، متانت و اعتدال کی جلوہ گریان ہر جگہ موجود ہین غلو، مبالغہ اور اغراق سے بالکل خالی ہے، اور نہایت سادہ، باوقار، اور متین لب و لہجہ مین لکھی گئی ہے، اور تمام معلومات کو بلاکم وکاست نہایت حسن و ترتیب کیساتھ جمع کر دیا گیا ہے، ضخامت ۸۰۵ صفحہ قیمت صر لکھائی چھپائی عمدہ و دیدہ زیب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈہ کے پتے سے مل سکتی ہے،

شعر الہند حصہ دوم

مُصنّفہ

مولانا عبد السلام ندوی،

جس میں اردو شاعری کے تمام انواع یعنی غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، وغیرہ پر تاریخی اور ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، ضخامت ۵۹۴، صفحات قیمت . . . للعہ

رسول عربی

اس کتاب کو ایک سکھ مصنف گوردت سنگھ دارا بیرسٹر نے عام فہم اردو میں لکھا اور وہ استقدر مقبول ہوئی کہ اسکا پہلا اڈیشن بہت جلد نکل گیا، اب دوسرا اڈیشن دو ہزار کی تعداد مین چھپ گیا ہے جس مین ایکہزار نسخے ایک صاحب مستقل طور پر خریدین گے، بقیہ ایکہزار نسخے متفرق طور پر فروخت ہونگے، عام فائدہ کے خیال سے قیمت پہلے سے نصف کر دیگئی ہے، یعنی بجائے عہ کے ۸ر، شائقین جلد طلب فرمائین،

"منیجر"

مطبوعاتِ جدیدہ

مناقبِ رزاقیہ، بانسہ ضلع بارہ بنکی کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و سوانح مین متعدد کتابین لکھی گئی ہین، جنمین سب سے قدیم اُن کے مرید ملا نظام الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی مناقب رزاقیہ فارسی زبان مین ہے، جس کا پہلا اڈیشن ۱۳۱۳ھ مین شائع ہوا تھا، اب اسی رسالہ کو جناب مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی نے اردو مین منتقل کرکے شائع کیا ہے، ملا صاحبؒ نے رسالہ کو پانچ فصلون مین منقسم کرکے اپنے پیر مرشدؒ کے سوانح و مناقب بیان کئے ہین، اور چونکہ ملا صاحب رحمۃ اللہ سید صاحب بانسویؒ کے جان نثار مرید تھے اسلیے ساری کتاب عقیدت و محبت سے لبریز ہے، ابتدا مین جناب محی الدین حسن صاحب قادری نے دو صفحون مین مصنف رسالہ ملا صاحبؒ کے مختصر سوانح زندگی لکھے ہین، حجم ۸۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے، قیمت ۸/ پتہ:- جناب محمد محی الدین صاحب عرف غوثو میاں نمبر ۱۸ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ،

طبیبہ، جناب علی احمد صاحب زاہد جبل پوری نے خاص طور پر عورتون کے لیے ایک کتاب "طبیبہ" کے نام سے لکھنا شروع کی ہے، جس کا پہلا حصہ شائع ہوگیا ہے، یہ حصہ عورتون کے سن بلوغ سے ایام زچگی تک کے لیے لکھا گیا ہے، اور اس دور مین عورتون مین جن امراض کے پیدا ہونے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے ان کی تشریح کیگئی ہے، پہلے ہر مرض کے ابتدائی علامات بتائے گئے ہین، پھر ان کے اسباب سے بحث کیگئی ہے، اس طرح ہر مرض کے متعلق تمام معلومات دینے کے بعد اس کا طبی علاج بتایا گیا ہے، اور جو امراض زیادہ اہمیت رکھتے ہین ان کی کمل تشریح کے بعد ان کے ازالہ کے لیے

کسی مستند طبیب یا ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کیگئی ہے آخر مین ایک ضمیمہ ہے جس مین قدیم طبی اصطلاحات کے سامنے یورپ کے جدید علم طب کے اصطلاحات درج ہیں،

کتاب قدیم و جدید طب کی تحقیقات کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے، اور تصنیف کے بعد مستند اطبا اور ڈاکٹرون سے رائین لے لیگئی ہین، اسلیے کافی طور پر مستند قرار پاسکتی ہے، اور عورتون کے لیے اس کا مطالعہ مفید ہوگا، ضخامت ۱۱۲ صفحے سرورق خوشنما اور کاغذ اور لکھائی چھپائی متوسط ہے قیمت ۸/ پتہ:- ایس اے احمد اینڈ کمپنی جامع مسجد جبل پور،

تشریح الاوزان، جناب علی احمد صاحب زاہد جبل پوری نے اس رسالہ مین عربی، فارسی، یونانی، ویدک، ہندی اور جدید علم طب کے اوزان کی تشریح کی ہے، اس کے علاوہ انگلستان کے سکون کی قیمت ہندوستان کے سکون مین بتائی ہے، اور مختلف ممالک اور مختلف فنون کے پیمانون وغیرہ کی بھی تشریح اس رسالہ مین درج کیگئی ہے، سب سے آخر مین علم ہندسہ کے متعلق مختلف معلومات دیئے گئے ہین، رسالہ نوآموز اطبا، اور کاروباری لوگون کے یے مفید ہے، حجم ۳۲ صفحے لکھائی چھپائی متوسط اور کاغذ معمولی ہے، قیمت ۴/ پتہ:- ایس اے احمد کمپنی جامع مسجد جبل پور،

سرمایہ تسکین، جناب محمد یسین صاحب تسکینؔ اپنے کلام کو "سرمایۂ تسکین" کے نام سے موسوم کرکے منظر عام پر لائے ہین، ابتدا مین جناب اثرؔ کا ایک مقدمہ ہے جس مین جناب تسکینؔ کے مختصر سوانح زندگی اور ان کی شاعری پر تبصرہ ہے، پھر منظومات کا سلسلہ ہے جنھین مختلف لڑیون مین پرو دیا گیا ہے، پہلے "حسن اولیں" ہے جس سے "حسنِ ازل" کے عنوان سے ایک نظم درج ہے، پھر "مے دو آتشہ" ہے جس مین "شادی و غم" "فنا و بقا" کے عنوانون کے ذیل مین نظمین ہین، پھر "گل سہ برگ" ہے اس کے بعد "عناصر ادب" ہے جس مین "حسن خندان" "حسن برہم" "حسن خفتہ" اور "حسن گریان" کا نقشہ کھینچا گیا ہے، پھر "پنجۂ نگارین" "عقد ثریا" "ہفت اختر" "انعکاسات" اور "واقعات" کی سرخیان ہین جنمین مختلف عنوانون

کے تحت مین مختلف نظمین ہین، آخر مین "سحر حلال" کے عنوان سے غزلین درج کیگئی ہین، سب سے آخر مین کلام تسکین پر جناب احسن صاحب تمہجی کا تبصرہ ہے، جناب تسکین کے کلام کی نمایان خصوصیت یہ ہے کہ طرز ادا نہایت سلجھا ہوا، اور زبان نہایت سہل آسان اور شیرین ہے ضخامت ۱۰۴ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے، قیمت مع جلد عہ، پتہ :- جناب افضل صاحب متصل جامع مسجد بلند شہر،

امین بک، مصر کے مشہور ادیب جرجی زیدان کا ایک تاریخی فسانہ بطرز ناول "المملوک الشارد" ہے اس فسانہ کا ترجمہ جناب مولانا سید علی محسن صاحب ندوی نے "امین بک" کے نام سے کیا ہے، فسانہ مین خدیو مصر محمد علی پاشا کے دور حکومت مین مصر و شام کے سیاسی واقعات بیان کئے گئے ہین، ترجمہ صاف شستہ اور سلیس زبان مین ہے، ضخامت ۲۰۷ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت معمولی ہے قیمت ۱۲؍ پتہ :- جناب منیجر صاحب شبلی بکڈپو لکھنؤ،

قریۂ ویران، جناب سید راحت حسین صاحب بی اے نے گولڈ اسمتھ کی اس مشہور نظم کا ترجمہ نظم میں کیا ہے، جس مین شاعر نے ایک قریہ کی خوشحالی اور اسکی ترقی دکھا کر اسکی بربادی و ویرانی کا نقشہ کھینچا ہے، ابتدا مین ترجمہ پر جناب آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی کی ایک تقریظ ہے، پھر جناب مترجم کا ایک مقدمہ ہے جو چھوٹی تقطیع کے ۷۰ صفحے پر ختم ہوا ہے، اس مقدمہ مین اردو شاعری پر سرسری نگاہ ڈالی گئی ہے، پھر "روداد نظم" کے عنوان سے اس نظم کے حالات اور شاعر کے سوانح زندگی بیان کئے گئے ہین، اس کے بعد نظم کا ترجمہ ہے جو ۹۰ صفحوں مین آیا ہے، ترجمہ صاف اور سلیس ہے، جسکی خاص خوبی یہ ہے کہ نظم مین ترجمہ کرنے کے باوجود تحت اللفظ ترجمہ کیا گیا ہے، جہان کہین غایت مجبوری پیش آئی ہے وہان الفاظ بڑھائے گئے ہین، لیکن اُن کو قوسین مین نمایان کر دیا گیا ہے، لکھائی چھپائی خاصی اور کاغذ عمدہ ہے، قیمت عہ، پتہ :- مرغوب بک ایجنسی چوک متی لاہور،

"ض"

مجلد ہژدہم | ماہ صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء | عدد سوم

مضامین